شہرِ عشق

مومنہ جمیل

نوٹ: شہر عشق پاک سوسائٹی کے لئے لکھی گئی خصوصی تحریر ہے۔

"کسی پڑھے لکھے روشن خیال ابا کی بیٹی ہونا بھی کسی عذاب سے کم نہیں۔" فریانے سخت دل جلے انداز میں کہا۔

"اور قدیم زمانے کی دادی اماں کی اکلوتی پوتی ہونا اس سے بھی زیادہ اذیت کا مقام ہے۔" یہ جوابی تبصرہ بڑا سا پکوڑا منہ میں تقریباً ٹھونستی زینب عرف زینی کا تھا۔

"اب کیا نیا کانڈ کر دیا موصوفہ دادی صاحبہ نے۔" فریانے چونک کر کہا۔ زینی عموماً اسی وقت اس قسم کی گفتگو کرتی پائی جاتی تھی۔ جب اسکی سخت گیر رسم ورواج کا چلتا پھرتا پیکر دادی کسی نہ کسی قسم کا نیا کھڑاک پیدا کرتیں تھیں۔

"کچھ نہ پوچھو وہ میری مرحومہ والدہ ماجدہ کی زندگی بھر کی تمام تر کاوشوں پر پانی پھیرنے کا منصوبہ بنائے بیٹھی ہیں اور محض وہی نہیں ابا محترم بھی ان کی اس سازش میں من وعن شریک ہیں۔"

"اوہو بھئی اصل بکواس کرو۔" اس کی سسپینس پھیلانے کی عادت سے بیزار ہو کر فریانے اسے ٹوکا۔

"ایک تو تم بڑی جلد باز ہو۔" یوں درمیان میں ٹوکے جانے پر زینی بدمزہ ہوئی تھی۔

"ہونا کیا ہے۔ بے جی کو اپنے آبائی گاؤں سے دوری کا غم ایک بار پھر شدت سے ستانے لگا ہے۔ اور اس بار دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر انھوں نے بوریا بستر سمیٹ کر گاؤں واپسی کا ارادہ باندھ لیا ہے۔ وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔" بلآخر اس نے بلی تھیلے سے باہر نکالی

"لو یہ تو اچھی بات ہے۔ جانے دو انھیں تمہیں کیا مسئلہ ہے۔ ٹھیک ہے نہ روز روز کی مصیبتوں سے تمہاری بھی جان خلاصی ہو جائے گی۔"

"خاک جان خلاصی ہو گی۔ عقل کیا گھاس چرنے گئی ہے تمہاری۔ بے جی اپنے سامان سے قبل میرا سامان باندھیں گیں۔ اب جوان جہان لڑکی کو تنہا چھوڑ کر تو جانے سے رہیں وہ۔ اور بقول ان کے جوان پوتی کو آوارہ چھوڑ کر کیسے چل دوں۔ زمانہ تھو تھو کریگا بوڑھی دادای سے بن ماں کی پوتی کی حفاظت نہ ہو سکی۔" وہ بے جی کی بھرپور نقل اتارتے ہوئے بولی تو فریا کے منہ سے ہنسی کا فوارہ چھوٹا۔

"تمہاری اماں سسرال سے بھرپور بیر لیتے ہوئے اپنی آل اولاد سمیت ایک چھوٹے سے پسماندہ گاؤں سے شہر شفٹ ہوئی

ہوتیں اور پھر ان کے انتقال کے چند سالوں بعد ان کی جیتی جاگتی عمر رسیدہ ساس اولاد کی بہتری کے لیے اٹھائے گئے ان کے اس اقدام کو ضائع کرنے کے لیے کوشاں دکھائی دیتیں نہ، پھر میں دیکھتی کیسے دانت نکلتے ہیں تمھارے۔" وہ ملکہ جذبات بنی تو فریا کی ہنسی کو فوراً بریک لگا۔

"اور تو اور ابا بھی تمام تر کاروبار ٹھپ کر کے گاؤں واپسی کو یوں تیار ہوئے ہیں گویا صدیوں سے اسی دن کے منتظر ہوں۔" زینی اپنے تمام تر رونا فریا کے سامنے ہی رویا کرتی تھی۔

"ہائے کاش میں کسی گاؤں میں پیدا ہوئی ہوتی۔ تو شام ڈھلے ندی کنارے ٹہلتے ہوئے شبنم مجید کا وہ گیت گنگناتی۔

"دل چیز ہے کیا جاناں یہ جاں بھی تمہاری ہے۔

تیری بانہوں میں دم نکلے۔ تیری بانہوں میں دم نکلے۔

حسرت یہ ہماری ہے۔" وہ گنگنائی۔

"اور پھر صبح سویرے اٹھ کر کنویں سے پانی بھرنے جایا کرتی۔ تو گاؤں کا سب سے حسین و جمیل گھبرو جوان میرے عشق کا اسیر ہو کر میرا پیچھا کیا کرتا۔" وہ زینی کی باتوں پر توجہ دینے کی بجائے۔ سہانی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اپنی ہی ناتمام ہونے والی حسرتیں بیان کرنے لگی تھی۔

"میرے خیال سے تم نے پرانے زمانے کی کوئی پنجابی فلم دیکھی ہے۔ گاؤں اب بہت ترقی کر چکے ہیں۔ ہر گھر میں نل نہ سہی نلکہ تو ضرور ہی موجود ہوتا ہے۔ اور سنا ہے شام دیر تلک نہر کنارے ٹہلنے سے آسیب چمٹ جاتے ہیں۔" زینی اسکی عدم توجگی کی بدولت جل بھن کر کہتی اس کے دلکش تصور کا سارا مزہ کرکرا کر گئی تھی۔ فریا نے اسے گھور کر دیکھا۔

"شکل چنگی نہ ہو تو گل چنگی کر لینی چاہیے۔" فریا کا کنبہ گاؤں سے تو نہیں البتہ پنجابیوں سے ضرور تعلق رکھتا تھا۔ اسی بدولت زیادہ نہ سہی پنجابی سے تھوڑی بہت واقفیت وہ بھی رکھتی تھی۔

"در فٹے منہ۔" زینی نے اپنی جانب سے حساب چکتا کیا۔

"آپا آپ دونوں ایسا کیوں نہیں کرتیں کے اپنے اپنے ابا ایکسچینج کر لیں۔ آپ دونوں کے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ اور حسرتیں بھی پوری ہو جائیں گی۔" ذرا فاصلے پر بیٹھی مجسمِ خاموشی بنی کب سے ان کی گفتگو سنتی فریا کی چھوٹی بہن سنعیہ نے چوٹ کی تھی۔

"ویسے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سودا بہت بہترین ہو گا۔ ویسے فریا تمہارے ابا کی مارکیٹ ویلیو کیا ہو گئی؟" بے جی کی قید سے چھٹکارہ پانے کے لیے زینی کوئی بھی قیمت چکانے کو تیار تھی۔ جھٹ بولی۔

"وہ میرے ابا ہیں۔ اسٹاک مارکیٹ کا کوئی شیئر نہیں۔" وہ چڑ کر گویا ہوئی تھی۔

"جگ بیگانہ ہو، یا نہ، پیڑ پرائی سمجھے۔" زینی ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اپنے دل کی کیفیت بیان کرتا گیت گانے لگی۔

"اچھا کچھ سوچتی ہوں میں تم غم نہ کرو۔" بالآخر فریا کو اسکی حالت زار پر ترس آ ہی گیا تھا۔

"خالی خولی تسلیوں سے ادھر دال نہیں گلنے والی فوری طور پر کوئی ایکشن لینا ہو گا۔ ورنہ بے جی ظالم سماج کا کردار ادا کرتے ہوئے میرے لو میرج کرنے کے سارے خوابوں کو چکنا چور کر کے پھوپھو پروین کے بیٹے غلام محی الدین سے میرا نکاح پڑھوا کے مجھے رخصت کر دیں گی۔" اس نے ایک نیا دھڑا فریا کے گوش گزار کیا۔

"واہ کیا رعب دار نام ہے۔ غلام محی الدین۔" فریا متاثر دکھائی دی۔

"جتنا بھاری نام ہے اتنی ہی کمزور اور بے مایہ شخصیت ہے۔"

"تم پر تو مجھے رتی بھر اعتبار نہیں اچھے بھلے انسان کا ناک نقشہ بگاڑ دیتی ہو، اپنی ڈھائی گز لمبی زبان کے جوہر دکھا کر۔ اب جبران بھائی کی ہی مثال لے لو ایسے ہینڈ سم، ڈیشنگ، صوبر انسان ہیں۔ پورا محلہ انکی تعریف کرتا ہے ماسوائے آپ جناب کے۔" فریا نے اسکی کہی ہوا میں اڑائی تو زینی کے سر پر لگی تلووں پر بجھی، فوراً اپنی صفائی دینے میدان میں کود پڑی۔

"تمہارے بھائی نے خود ہی خوامخواہ کے بیر پال رکھے ہیں مجھ سے۔ ایویں ہی خار کھاتا ہے مجھ سے اور بات سنو اتنا ہی صوبر اور سمجھدار ہے تو اسے کہو نہ اپنی دانائی سنبھال کر رکھے۔ سستے درجے کا دانشور بنا عقل بانٹنے کیوں نکل کھڑا ہوتا ہے ہر دوسرے دن۔ اب کل ہی کی مثال لے لو۔ کیا کیا تھا آخر میں نے؟ بس اپنے گھر کی چھت سے تمہاری چھت پر کودی ہی تھی نہ، کونسا جرم کر دیا تھا میں نے۔ سوچو اب پڑوسی ہیں۔ ہم گھر سے گھر کی دیوار تک ملی ہوئی ہے۔ اتنا فائدہ تو اٹھایا جا ہی سکتا ہے کے کبھی شارٹ کٹ ہی استعمال کر لیا جائے تو حرج کیا ہے اس میں۔ مگر کیا کریں۔ مستقبل کے سو فیصد خلیل جبران صاحب بھری دوپہر میں چھت پر ہی موجود تھے۔ بس پھر کیا تھا اخلاقیات پر مبنی لمبا چوڑا لیکچر حسب معمول گھول کر پلا دیا مجھے۔ بندہ پوچھے خود چھت پر کھڑے کونسے کبوتروں کو دانہ ڈال رہے تھے۔ تپتی دوپہر میں اب تم دونوں مانو نہ مانو یقیناً کسی نہ کسی لڑکی کو تاڑ رہے ہونگے۔ عزت معاب خلیل احمد آفندی۔" من و عن پورا واقعہ ان کے گوش گزار کرتے ہوئے آخر میں اس نے استہزائیہ اس کا نام پکارا۔ جو اس کی پشت پر نجانے کب آن کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کی تمام تر گوہر افشانیاں بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔

"اب تم دونوں کو کیوں سانپ سونگھ گیا۔" ان دونوں کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنی جانب تکتے پا کر وہ چونکی تھی۔

"فریا، سنعیہ تم دونوں شام کو وقت پر تیار ہو جانا مہندی پر جانے کے لیے۔ بابا کی طبعیت کچھ ناساز ہے۔ وہ کل شادی کے فنکشن میں ہی شریک ہوں گے۔" کمرے کی خاموش فضا کو چیرتی ہوئی جبران احمد کی آواز زینی کی سماعت سے ٹکرائی تو اسکی گویا سیٹی

گم ہوئی۔

"تمہارا کیا بھروسہ اچھے بھلے آدمی کے بارے میں بھی اناپ شناپ بکتی رہتی ہو۔ ابھی پرسوں جبران بھائی جان کے بارے میں بھی نجانے کیا کیا بکے جارہیں تھیں تم۔" فریا نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔

"زینی باجی کیا کہہ رہی تھیں آپ بھائی جان کے بارے میں۔" سنعیہ تو تھی ہی جبران احمد کی چمچی، سو فوراً ہی اس کے کان کھڑے ہوئے۔

"کچھ خاص نہیں بس اتنا مانا کہ کے موصوف کا نام جبران ہے۔ پر اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں کے وہ خود کو خلیل جبران کا جانشین سمجھنا شروع کردے۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر کبھی یہ موٹی موٹی کتابوں میں گم تو کبھی مشہور و معروف دانشوروں کی نقالی کرتے ہوئے۔ کسی بھی راہ چلتے معصوم اور سادہ انسان کو یہ لمبا چوڑا لیکچر زبردستی گھول کر پلانے لگتے ہیں۔ اب تم دونوں اکلوتے بھائی کی محبت میں گھری میری کسی بات کا یقین تھوڑا ہی کروگی۔" ان دونوں کو دم سادھے اپنی جانب گھورتے پا کر زینی نے شکل بگاڑی۔

وہ اسوقت فریا کے گھر میں فریا اور سنعیہ کے مشترکہ کمرے میں موجود بیڈ کی پائنتی پر آلتی پالتی مارے یوں بیٹھی تھی کے اس کا رخ سامنے دیوار کی جانب تھا۔ جبکہ سنعیہ اور فریا دونوں ہی اس کے روبرو دروازے کی جانب رخ کیے بیٹھیں تھیں۔

"تو سنو پھر پورا واقعہ آخر کیا کیا تھا میں نے ہاں۔ بس اپنے گھر کی چھت سے تمھارے گھر کی چھت پر کودی ہی تھی۔ وہ بھی نہایت احتیاط سے کہیں تمہارے جلاد صفت بھائی کے کانوں تک دھمک نہ پہنچ جائے۔"

پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہو پا رہی تھی۔

بل فرض پلٹ کر نگاہ دوڑا بھی لیتی تو کچھ حاصل حصول نہیں تھا۔ وہ اپنی بات مکمل کر کے جا چکا تھا۔

"چلے گئے کیا؟" فریا اور سنعیہ کے ڈھیلے پڑتے آساب کو دیکھ کر زینی نے خفت آمیز لہجے میں دریافت کیا۔

تو وہ دونوں ایک بار پھر سے اسے تند و تیز نگاہوں سے گھورنے لگیں۔

"کیا مسئلہ ہے بھئی تم دونوں بہت ہی خبیث ہو۔ فریہ بی بی لعنت ہے تمہاری دوستی پر۔ جب وہ پیچھے آکر کھڑے ہوئے تھے۔ اسوقت نہیں بتا سکتی تھی۔" زینی نے ڈھٹائی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے ان دونوں کو سرزنش کیا۔

"واہ واہ اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" سنعیہ تو خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ فریا نے جوابی کاروائی کی تھی۔ یہ محض اتفاق ہی تھا کے فریا کی والدہ چند سال قبل اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں تھیں۔ جہاں فریا اپنی گریجویشن کے آخری مراحل میں تھی۔ وہیں سنعیہ نے ابھی ابھی کالج میں قدم رکھے تھے۔ ایسے میں گھر کی تمام تر ذمہ داری ملازمین کے سپرد ہی تھی۔

"زینی آپی کے مسئلے کا حل بھی تو شادی ہے۔ آپ خوامخواہ ہی شادی کے ماحول میں اپنا دماغ کھپا کر فضولیات سوچنے لگیں۔"

جانے کب سنعیہ کمرے میں واپس لوٹی تھی۔ بحر حال اس نے مشورہ مفت سے انھیں نوازنا اپنا فرض سمجھا تھا۔ فریا اور زینی کی آنکھوں میں یک لخت ایک چمک در آئی تھی۔ اگلے ہی پل پلنگ سے چھلانگ لگا کر اترتے ہوئے زینی نے سامنے کھڑی سنعیہ کا ماتھا چوم ڈالا تھا۔ جبکہ وہ اس اچانک حملے پر بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

"لیکن سوال یہ اٹھتا ہے یہ اچانک سے آپ دولہا کہاں سے برآمد کریں گی۔" اس کے چنگل سے آزاد ہوتے ہوئے، سنعیہ نے ایک نیا نکتہ اٹھایا۔

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔" زینی کا ابلتا ہوا جوش و خروش پل میں ماند پڑا۔

"فکر ناٹ اسکا انتظام بھی ہے۔" فریا نے کچھ سوچتے ہوئے اطمینان سے کہا۔ تو زینی واپس اس کے پاس آ بیٹھی۔

"اور وہ کیا ہے ہمیں بھی پتہ چلے۔" وہ ہمہ تن گوش تھی۔ سنعیہ بھی الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے اسی جانب متوجہ تھی۔

"بہت ہی آسان سا حل ہے۔ دیکھو اب ہم میرا پتی کا سیزن 2 زینی پتی تو کروانے سے قاصر ہیں۔ اب چونکہ تمہارا لو میرج کرنے کا سپنا ہے۔ تو بے جی کو بھی اس میں انوالو نہیں کر سکتے۔ ایسے میں تو بس ایک ہی راستہ بچتا ہے۔ تلاش اس شخص کی، جسے تم قربانی کا بکرا بنا کر ذبح کر سکو۔" پلنگ پر نیم دراز ہوتی فریا نے اپنی جانب سے پتے کی بات کی تھی۔

"تو محترمہ تلاش کا بھی تو کوئی نہ کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے نا، اب یوں بیٹھے بیٹھے میرا ہیرو آسمان سے بارش کی بوندوں کے ہمراہ تو ٹپکنے سے رہا۔" زینی بھی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ حالانکہ یہ کام وہ کم و بیش ہی کیا کرتی تھی۔

"تو اسکا بھی حل ہے۔ تم میرے ساتھ آج کے فنکشن میں چلو۔" فریا نے جھٹ پٹ اسے اپنے ساتھ چلنے کی آفر کی۔

"تمہارے بھائی کے ساتھ پاگل ہو گئی ہو کیا؟"

فریا کو اپنے والد کے ضرورت سے زیادہ پڑھے لکھے اور اپنے بچوں کی پڑھائی پر توجہ دینے کا از حد قلق تھا۔ جسکا بر ملا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتی ہی رہتی تھی۔ خصوصاً جب سے اس کی ملاقات زینی سے ہوئی تھی۔

اس کے اس غم میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ صبح شام پڑھائی کی فکر سے انجان، گھومتی پھرتی، زندگی کو انجوائے کرتی زینی کو وہ اکثر ہی رشک کرتی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھی۔ گو کہ وہ دونوں ایک ہی کالج میں ایک ہی سبجیکٹ میں گریجویشن کر رہیں تھیں۔ مگر دونوں کے گھر کے ماحول میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔

ایک طرف زینی تھی۔ اپنے ابا کی اکلوتی اولاد اس کے باوجود اس کے ابا کو اپنے پھیلے ہوئے آرٹ کے کاروبار سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ اس کے گریڈز چیک کر سکیں۔ یوں بھی وہ واجبی سی تعلیم کے حامل سادہ سے انسان تھے۔ ان کے لیے یہی بڑی بات تھی کہ زینی کبھی فیل نہیں ہوئی تھی۔ تو وہیں دوسری جانب اس کی بے جی تھیں۔ جو سرے سے ہی لڑکیوں کے زیادہ پڑھنے لکھنے کے

خلاف تھیں۔ اسی لیے وہ جلد از جلد زینی کی شادی کر دینا چاہتیں تھیں۔ اور ایک تھی بیچاری فریا۔ جس کے بابا اس کے ایک ایک نمبر کی کمی بیشی پر بھی اس کی خوب ہی کلاس لیتے تھے۔ صرف اتنا ہی نہیں جبران احمد بھی بہن کی رزلٹ شیٹ کا خوب گہرائی سے معائنہ کیا کرتا تھا۔

"اول تو میں چور نہیں دوسری بات میں تو اپنی رودادِ غم سنا کر مشورہ مانگ رہی تھی۔ یہ تم ہی تھیں جو بات کو گھما پھرا اپنے چہیتے بھائی کی طرف لے گئی تھی۔ یونہی تو غالب نے نہیں کہا تھا۔

"مدعے پہ آو بات مت گھماؤ" وہ بولنے پر آتی تو بس پھر رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔

"میں آج خاصی مصروف ہوں جیسا کے تم نے سنا۔ میں آج مہندی پر جا رہی ہوں۔ اس لیے تم اپنا مسئلہ آئندہ پر اٹھا رکھو۔" فریا نے اسے صاف صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

"تم جیسے دوستوں سے تو دشمن بھلے۔ کم سے کم تدبیر تو عین موقعے پر کرتے ہیں نہ۔ تمہاری طرح لوگوں کی مہندیاں اٹینڈ کرنے تو نہیں چل پڑتے۔" وہ خفا ہوئی۔

"لوگوں کی نہیں میری بالکل سگی پھوپھو کی بیٹی کی مہندی ہے۔ رہی بات تمہاری مصبتوں اور سیاپوں کی، تو ماحول کی تبدیلی کے باعث ہو سکتا ہے۔ وہیں پر کوئی باکمال سا آئیڈیا آجائے۔ تم فکر نہ کرو اس معمے پر میں ضرور غور کروں گی۔" فریا نے اسکا شانہ تھپتھپا کر تسلی دی۔

"فل حال مجھے ہوم سائنس کا پراجیکٹ تیار کرنا ہے۔

جس کے مارکس بابا اپنا بڑا سا چشمہ پہن کر بڑے غور و خوض سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ تمہاری جیسے تھوڑا ہو گا۔ مر مر کے بھی پاس ہوئے تو جا کر ابا سے کہہ دیا کلاس میں بہترین نمبر آئے ہیں۔"

"جو کچھ وہ میرے منہ سے سن کر گیا ہے نہ کہیں راستے میں یاد آگیا تو گاڑی ہی کسی ٹرک میں دے مارے گا۔" اپنی تازہ کارروائی کی بدولت وہ صفاچٹ انکاری ہوئی تھی۔

"سوچ لو تمہارے فائدے کی بات ہے۔ میں نے اکثر سے زیادہ افیئرز ایسے ہی شادیوں کے فنکشنز میں ہوتے دیکھے ہیں۔ عاطف اسلم کو بھی سارہ بھروانہ کسی شادی میں ہی ملی تھی۔" فریا کی اگلی بات نے اسے ایک بار پھر سے سوچ میں ڈال دیا تھا۔

"سوچیں سوچیں زینی باجی وہاں پر چوائس آپکی ہو گی۔ چاہے تو کسی ناول کے ہیرو کو چنیں یا پھر کسی فلمی لُکس والے کو دوسری صورت میں غلام محی الدین پلے پڑے گا" اٹیچ واش روم میں گھستے گھستے ایک بار پھر سے سنعیہ نے مداخلت کی تھی۔

"کمبختو! ایسا ہولناک نقشہ مت کھینچو میرے مستقبل کا۔ میں پاکستان کی ان پچاس فیصد لڑکیوں میں سے ہر گز نہیں ہوں جو

ساری عمر خواب دیکھتی ہیں شاہ رخ خان کے اور شادی کرتی ہیں پھوپھو کے نمونوں سے۔ میں جاؤں گی تمہارے ساتھ اور اپنا دولہا بھی خود ڈھونڈوں گی دیکھنا۔" زینی نے بھرپور فلمی اداکاری کے جوہر دکھاتے ہوئے ہامی بھری تو فریا کی آنکھیں چمکیں تھیں۔ اور پھر شام ڈھلتے ڈھلتے وہ تینوں نک سک سے تیار جبران احمد کی منتظر تھیں۔ فریا نے خود جا کر زینی کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ سالوں پرانی ہمسائیگی اور ان کی شرافت و دوستی کی بدولت وہ انکار نہیں کر پائیں تھیں۔

"ویسے بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ بنائے لے جا رہی ہو تم دونوں مجھے۔" بلآخر اسے اس بات کا خیال آ ہی گیا تھا کہ وہ خوامخواہ ہی بن بلائی مہمان بننے جا رہی تھی۔

"بیگانی شادی سے اپنی شادی کے لڈو نصیب ہوں گے۔ چپ چاپ بیٹھی رہو۔" فریا نے جھڑکا تو وہ منہ بنا کر رہ گئی تھی۔

"ویسے میں سو فیصد اپنے خاندان کی پہلی لڑکی ہوں گی۔ جو اپنا بر تلاش کرنے خود ہی چل پڑی ہے۔" اس نے اپنی حالت زار پر خود ہی تبصرہ کیا۔

"فکر نہ کرو کسی نہ کسی کو تو اس کام میں پہل کرنی ہی تھی۔ کوئی اور نہ سہی تم ہی سہی۔" فریا نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"ویسے یقین نہیں آتا زینی باجی اتنی پیاری بھی لگ سکتیں ہیں۔" کب سے اس پر نظریں جمائے بیٹھی سنعیہ نے اسکی تعریف کر ہی ڈالی تھی۔ وہ بھی خاصے بے ڈھنگے الفاظ میں۔

"اسے میں تعریف سمجھوں یا بے عزتی۔" زینی اچھنبے میں گھری پوچھ رہی تھی۔

"اس وقت تو تعریف ہی سمجھیں۔" جواب فوراً ملا تھا۔

ہر وقت سر جھاڑ منہ پہاڑ پھرنے والی زینی کو آج فریا نے خوب ہی سجا ڈالا تھا۔ دھانی رنگ کی کڑھائی والی ریشمی فراک زیب تن کیے۔ پیروں میں میچنگ کھسہ ڈالے وہ کب سے کھڑی تھی۔ یہ فریا کا حکم تھا۔ بیٹھنا نہیں لباس میں سلوٹیں پڑ جائیں گیں۔ چہرے پر نفاست سے کیا گیا ہلکا سا میک اپ اور کانوں میں جھولتے لباس کے ہمرنگ جھمکے۔ بالوں کی سائیڈ سے مانگ نکال کر فرنچ چوٹی بنا کر بائیں کندھے پر سامنے کی جانب ڈالی گئی تھی۔ اسوقت وہ عام سے حلیے والی سادہ سی شلوار قمیض پہنے بالوں کی پونی ٹیل کیے دوپٹہ گلے میں لٹکائے گھومنے والی زینی سے بلکل مختلف سی دکھائی دے رہی تھی۔ اسے اسکے عام حلیے کی نسبت اگر کوئی اس لمحے دیکھتا تو یقیناً اسے پہچاننے میں اسے ایک لمحے کی دقت ضرور پیش آتی اور ایسا ہی کچھ ہوا بھی۔ سیاہ شلوار سوٹ زیب تن کیے ہر سو اپنے کلون کی بھینی بھینی خوشبو بکھیرتا جب جبران احمد کمرے میں داخل ہوا تو سامنے کھڑی زینی کو دیکھ کر بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

"یہ کون ہیں۔؟" اس پر جو فریا اور سنعیہ کے چھت پھاڑ قہقے بلند ہوئے تو جبران احمد کو اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔ وہیں دوسری جانب زینی کو شدید خفت کا سامنا ہوا تھا۔ اس کے خوب آنکھیں نکال نکال کے دیکھنے پر بھی ان دونوں کی ہنسی تھی، کے تھمنے

میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ اللہ اللہ کر کے سب گاڑی میں سوار ہوئے تو گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بالاشبہ جبران احمد موجود تھا۔ فرنٹ سیٹ پر سنعیہ براجمان تھی۔ اور وہ دونوں پچھلی نشست پر سر جوڑے بیٹھیں جانے کیا کھسر پھسر کرنے میں مشغول تھیں۔

"میوزک ہی لگا دیں۔" کچھ دیر بعد سناٹے سے اکتا کر زینی نے فرمائش کی تو نہ چاہتے ہوئے بھی جبران حمد نے ہاتھ بڑھا کر میوزک پلیئر آن کر دیا۔

"یار کو ہم نے جابجا دیکھا کبھی ظاہر کبھی چھپا دیکھا۔

یار کو ہم نے جابجا دیکھا۔" عابدہ پروین کی سریلی آواز کا جادو ہر سو بکھرنے لگا تھا۔ زینی اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ اب بھلا اس پاپ میوزک سننے والی لڑکی کو غزلوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

"اب تم کیا بھائی کی گاڑی سے شیلا و منی کے البم سننے کی توقع لیے بیٹھیں تھیں۔" اس کی شکل دیکھ کر زینی کے دانت ایک بار پھر چمکے تھے۔

"آپ کے پاس عاطف اسلم کی کلیکشن نہیں ہے کیا۔" صبر کا پیمانہ جلد ہی لبریز ہوا تھا۔ سو پوچھ بیٹھی مگر فوراً ہی پچھتائی بھی۔

"مجھے تم سے اسی قسم کی بدذوقی کی توقع تھی۔"

جبران احمد اطمینان سے کہتا اسکا رہا سہا موڈ بھی غارت کر گیا تھا۔

"سڑیل کہیں کا کھڑوس" اس نے دل ہی دل میں اسے کوس کر حساب بے باک کیا تھا۔

"غزل سننے کے شوقین لوگوں کو عرف عام میں سڑیل و کھڑوس کی بجائے باذوق کہا جاتا ہے۔" وہ احتیاط سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہتا زینی کو حیرت میں ڈال گیا تھا۔

"اسے کیسے پتہ چلا۔" زینی کو حیرت سی حیرت تھی۔

"زمانے سے جانتا ہوں تمہیں اتنا تو معلوم ہے۔ جب تم منہ پر کچھ نہیں کہتی تو من ہی من میں سارے حساب بے باک کر لیا کرتی ہو۔" وہ بردباری و سنجیدگی سے کہتا۔ زینی کے ساتھ ساتھ فریا کو بھی چکرا جانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"یہ بھائی جان نے تم پر پی ایچ ڈی کرنا کب سے شروع کر دی۔" فریا کی حیرت میں ڈوبی سرگوشی اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

"مجھے کیا معلوم۔" وہ تو خود اچھنبے کا شکار تھی بھلا کیا کہتی۔

"ویسے بھائی جان آج صبح جو زینی باجی آپ سے کہہ رہیں تھی۔ اسکے بارے میں کیا خیال ہے۔" خاموش بیٹھی سنعیہ کی رگِ

شرارت پھڑکی تھی۔

"میں فضول لوگوں کی فضول گفتگو پر غور کر کے وقت کا ضیاع کرنے والوں میں سے ہر گز نہیں۔" گھڑا گھڑایا سخت سا جواب تیار تھا۔

"میں تمہارے بھائی کو فضول لگتی ہوں۔" مارے افسوس سے زینی کا حال برا ہوا۔

"تو تم نے خود انھیں کیا کیا کچھ کہا تھا۔ آج حتی کے نظر باز بھی کہہ ڈالا تھا۔ اور اپنے بارے میں تمہیں فضول کا لفظ بھی گوارا نہیں۔ واہ رے بنو قربان جاوں تیرے تے۔" اسکی دہائی کا فریا پر مطلق اثر دکھائی نہیں دیا تھا۔ باقی کا سفر خاموشی کی نظر ہوا تھا۔ منزل پر پہنچ کر باقاعدہ لڑکا تلاش مہم کا آغاز ہوا تھا۔

سب سے ملنے ملانے کے بعد وہ تینوں نسبتاً خاموش کونے میں آبیٹھیں تھیں۔ جہاں سے فنکشن کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ کیا سارے کچھو کنمبے جمع کر رکھے ہیں تمہارے خاندان والوں نے۔" کئی لڑکوں کا بخوبی پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد اس نے اکتا کر کہا تھا۔ کوئی نظر پر ٹک کر ہی نہیں رہا تھا۔

"بکومت۔" فریا نے اسے ڈپٹا۔

"ارے وہ دیکھیے زرا سامنے لڑکوں کا پورا غول سامنے سے گزر رہا ہے. ان میں جو سب سے ہینڈسم نمایاں دکھائی دیا۔ اسی کو سلیکٹ کر کے اسکی معلومات نکلواتے ہیں۔ باقی بعد میں دیکھا جائے گا۔" جی ہاں یہ سنعیہ ہی تھی۔ اس کے اشارہ کرنے پر وہ دونوں بھی اسی جانب متوجہ ہوئیں تھیں۔ ساتھ ہی پورے ریلے کا بغور معائینہ کرنے لگیں۔ ان میں موجود جبران احمد کو دیکھ کر وہ ان دونوں نے نظریں پھیر لیں تھیں۔ واحد زینی تھی۔ جس کی نگاہیں گویا اسی جانب جم کر رہ گئیں تھیں۔ لڑکوں کا ٹولہ باہر کی طرف کہیں غائب ہوا تو فریا اور سنعیہ زینی کی جانب متوجہ ہوئیں۔ جو پہلا نشہ پہلا خمار والی کیفیت میں گھری ہنوز یک ٹک اسی اوور نگاہیں جمائے ہوئے تھی جہاں سے وہ بھانت بھانت کے لڑکے گزرے تھے۔

"کیا ہوا۔" فریا کے ٹھوکا دینے سے وہ حواسوں میں لوٹی تھی۔

"وہی جسکی تمنا تھی۔" زینی خوابناک لہجے میں بولی۔ فریا نے نظر ٹیڑھی کر کے اسے دیکھا۔

"مطلب؟"

"پیار ہو گیا ہے۔" وہ تھوڑا سا شرمائی نظریں اب بھی اسی جانب تھیں جہاں سے کچھ دیر قبل جبران احمد دیگر لڑکوں کے ہمراہ غائب ہوا تھا۔ "کس سے؟" فریا، سنعیہ نے بیک وقت پرُجوشی سے سوال کیا۔ وہ دونوں بے صبری سے جاننا چاہتی تھیں۔ آخر قرعہ

کس کے نام نکلا تھا۔

"وہی جو سب میں سب سے نمایاں تھا۔ سب سے ہینڈسم سب سے چارمنگ بالکل کسی ہیرو کی طرح۔"

"جلدی سے حلیہ بتائیں زینی باجی میں لڑکے کا نام، پتہ، پورا بائیو ڈیٹا یوں نکلوالوں گی۔" سنعیہ نے چٹکی بجاتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لڑکے کا بائیو ڈیٹا میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں حال حلیہ کیوں، نام ہی بتائے دیتی ہوں۔" زینی کہتے کہتے رکی اور ان دونوں کو دیکھا وہ دونوں متجسس سی ہمہ تن گوش تھیں۔ "جبران احمد۔" نام بتا کر وہ ان کے تاثرات جانچنے لگی ان دونوں کے کان مانوں سائیں سائیں کرنے لگے چہرے پر بے یقینی سی بے یقینی پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا کہا تم نے؟" فریا کو جیسے اپنی سماعت پر شبہ ہوا۔

"تمہارا بھائی اور میں۔"

"میرے بھائی اور آپ کا اللہ ہی حافظ ہے." زینی نے جھجھکتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کے سنعیہ نے اسکی بات اچک لی وہ خجل سی ہو گئی۔

"جبران بھائی اور تم جیسی نامعقول جھلی لڑکی سے شادی کیونکر کرنے لگے بھلا۔ ویسے بھی صبح تک وہ تمہاری نظروں میں وہ ایک اوچھے، فلرٹ، تنگ نظر، سڑیل اور خوامخواہ کے اصولوں پر چلنے والے نہایت ناپسندہ انسان تھے۔ یکایک ہی ہواؤں کا رخ تبدیل ہو گیا واہ ری بنو تیرے صدقے جاؤں۔" فریا نے اسے لتاڑا۔

"ہوتا ہے نہ ہر لو اسٹوری کھٹی میٹھی لڑائی سے ہی تو شروع ہوتی ہے۔ ویسے بھی تمہارا بھائی ایک شریف النفس انسان ہے۔ میں ایسے ہی غلط فہمی کا شکار ہو جاتی ہوں کبھی کبھار۔" زینی کی ڈھٹائی بھی مانو پیک پر تھی۔

"رات ورات بہت سی چیزوں کی کایا پلٹتی دیکھی تھی۔ مگر دن ہی دن میں مجھ پر ظاہر ہوتا تمہاری سوچوں کا تضاد حیرت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں گاؤں واپسی سے بچنے کے لیے تم میرے معصوم بھائی کو درمیان میں گھسیٹنا چاہتی ہو۔ ایسا ہے تو سن لو خبردار جو میرے بھائی کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ تم کسی اور کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلاؤ۔" فریا نے خاصہ شکی القلب ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اسے بڑی ہی تیز نظروں سے گھورا۔ اب وہ بھلا کہاں اسکی گھوریوں کے رعب میں آنے والی تھی۔

"خوفِ خدا بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ نیک کردار لڑکی پر اپنے بھائی کو پھانسنے کا الزام لگاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آرہی۔ شکل سے ایسی دکھائی دیتی ہوں تمہیں۔" وہ ٹھیک ٹھاک برا مان گئی۔ "آج میں نے جبران احمد کو کچھ الگ نظروں سے دیکھا تو وہ سیدھا ہی میرے دل میں اتر کر پارک ہو گیا۔ حالانکہ اس کے لیے نو انٹری کا بورڈ بھی چسپاں کر رکھا تھا میں نے۔ ورنہ بن بلائے

مہمان کی طرح یہاں کیوں چلی آتی۔ شکاری ہوتی تو شکار گھر پر ہی کر لیتی۔ تمہارا بھائی اتنا ڈیشنگ لگ رہا ہے۔ اب محبت ہو گئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔" زینی جذباتی ہو گئی۔ تو فریا نے اسے یوں دیکھا جیسے اسکے میلوڈرامہ میں آنے والی ہر گز نہیں ہے۔

"زینی باجی! اگر آپ سچ مچ بھائی جان کے عشق میں گرفتار ہو گئیں ہیں۔ تو سن لیں یہ ہر گز بھی کوئی اچھا سائن نہیں ہے۔ پہلے آپکی شادی مشکل تھی۔ اب تو آپ نے پوری مسٹری کریٹ کر دی ہے۔ اسے سولو کرتے کرتے گاؤں جانے والی ٹرین کا ٹائم ہو جائے گا۔" سنعیہ نے اسے ڈرانا چاہا مگر اسوقت وہ یہ سب سوچ کر اس حسین رات کا مزہ کر کرا کرنے کے موڈ میں بالکل نہیں تھی۔ محبت کے آتے ہی رنگوں میں مستقبل کے خدشات کا خوف فی الحال دب سا گیا تھا۔ فریا سنعیہ دونوں نے اس مصیبت کو گلے ڈال کر خطرناک راہوں پر اسکا ساتھ دینے سے صاف صاف انکار کر دیا تھا۔ مگر انہیں قائل کرنا اس نے کسی اور وقت پر اٹھار کھا فی الحال تو وہ خوابوں کے ونڈر لینڈ میں سیر کر رہی تھی۔ جہاں سے اسے کھینچ کھانچ کر لانے کی فریا کی ساری کوششیں بیکار ہی گئیں تھیں۔

واپسی پر بھی وہ چپکے چپکے جبران کے دیدار سے فیضیاب ہوتی اپنے آپ میں مسکراتی لجاتی رہی تھی۔ جبکہ اسکی نیّا کسی طور بھی پار لگتے نا دیکھ کر فریا سر تھام کر رہ گئی تھی۔

اگلی شام وہ ایک بار پھر سے محفل سجائے اسی مسئلے پر زیر بحث تھیں۔ مگر اب کی بار کمرے کی بجائے وہ تینوں شام کی چائے لیے چھت پر موجود تھیں۔

"ویسے کوئی انتہائی کمینگی کا مظاہرہ کر رہی ہو تم دونوں، میں تمہاری سب سے بہتریں دوست ہوں اس کے باوجود زرا سا رسک اٹھانے کے لیے بھی تیار نہیں تم دونوں میری خاطر۔ جب بے جی بیاہ کر گاؤں رخصت کر دیں گی نہ مجھے پھر تنہائی میں بیٹھی ٹسوے بہاتی رہنا میری یاد میں۔ مگر ایک بات سن لو اگر مجھے میری محبت نہ ملی تو اس میں صراصر ظالم سماج تم دونوں ہو گی۔ میں تم دونوں کو ہر گز معاف نہیں کروں گی۔"

ان دونوں کے مسلسل نفی میں ہلتے سر دیکھ کر زینی نے شدید جذباتیت کا مظاہرہ کیا۔

"لو میں کیوں ٹسوے بہاؤں گی۔ مجھے تم جہیز کی صورت اپنے ساتھ ہی لے جانا۔" دانت دکھاتی فریا زینی کو زہر لگی تھی۔

"بہت شکریہ مجھے نہیں چاہیئے جہیز نامی لعنت۔" اس نے باقاعدہ ہاتھ ہی جوڑ ڈالے۔ گویا ان سے عاجز آچکی ہو۔"

بات صاف ہے اتنے شدید خطرناک کام میں ہاتھ ڈالنے کی جرات میں تو ہر گز نہیں رکھتی۔

"ہم نے بھائی کے لیے ان کے سامنے تمہارا نام بھی لیا تو وہ ہمارا خون ہی پی جائیں گے۔ نہ بابا ہم سے نہ ہو پائے گا۔" چائے کا بڑا سا گھونٹ بھرتے ہوئے سنعیہ نے اپنا دامن بچایا۔

"محبت" وہ جانے کن احساسات و جذبات میں ڈوب کر بولی تھی۔

"کیا۔؟"فریا اور سنعیہ حیرت وجوش میں یک زبان ہو کر بولیں تھیں۔

"مگر کیسے۔"فریا بے یقینی میں گھری پوچھ رہی تھی۔

"میں نے اس دشمن جاں کو دیکھا اور اس نے مجھے ادھر نظروں سے نظریں ملیں ادھر دل سے دل۔"وہ خوب ناک لہجے میں چورا سے بتانے لگی۔

"مگر کس سے۔"سنعیہ کو تجسس ہوا۔

"اسی سے جو سب میں سب سے نمایاں تھا۔"ایک ہی پل میں زینی کے چہرے پر رنگوں کی برسات ہونے لگی تھی۔وہ دونوں اسے دیکھ کر رہ گیئں۔

"پر اب اسکا نام پتہ کدھر سے ڈھونڈیں گے۔"فریا کو نئی پریشانی نے آن گھیرا۔

"نام معلوم کرنے کی ضرورت نہیں اور پتہ میں اچھے سے جانتی ہوں۔"وہ کچھ شرماتے لجاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کیا نام ہے موصوف کا۔"فریا نے ٹیڑھی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے سوال داغا۔

"جبران!جبران احمد۔"شرماتی،لجاتی،اور مسکراتی ہوئی زینی کی بات سن کر وہ دونوں تھرانے کے ساتھ ساتھ چلا اٹھیں تھیں۔

"تم سے یہ ہی امید تھی۔"زینی نے دانت پیسے۔"یار فریا تم میری اچھی دوست ہو نہ یار۔اگر ہماری دوستی رشتے داری میں بدل جائے تو ایک بار بات تو کر کے دیکھو اگر سڑو نے انکار کر دیا تو میں وعدہ کرتی ہوں دوبارہ اسکا نام بھی اپنی زبان پر نہیں لاؤں گی۔"وہ چائے ختم کر چکی تھی۔خالی مگ سائیڈ پر رکھتی فریا کی بانہوں کا ہار بنی لجاجت سے منت کر رہی تھی۔

"پہلے تو تم یہ انھیں الٹے الٹے القابات سے نوازنا بند کرو اور جا کر ان سے معافی مانگو۔پچھلی تماتر حرکات وسکنات پر۔اس کے بعد میں بات کرنے کے بارے میں بھی سوچوں گی۔"بلآخر فریا نے نیم رضامندی ظاہر کر ہی دی تھی۔زینی نے اس زور سے اسکے پھولے ہوئے نرم و ملائم نازک گال کھینچے وہ چلا ہی اٹھی تھی۔

"ویسے یوں ڈائریکٹ بات کرنا کچھ غیر مناسب ہے۔آپ لوگوں نے بہت سی فلمیں تو دیکھ ہی رکھی ہوں گئ اور اردو ڈائجسٹ بھی آپ لحہ بہ لحہ پڑھتی پائی جاتی ہیں۔تو آپکو اتنا تو علم ہونا چاہئیے کے ہمارے گھر والوں سے بات کرنے سے قبل بھائی کی اس رشتے پر رضامندی لازمی ہے۔ورنہ تو بھائی ہمیں صفہ چٹ قسم کا انکار کرنے میں لمحہ بھی نہیں لگائیں گے۔"سنعیہ کو بھی زینی سے خاصی انسیت تھی۔سو وہ بھی اسکی مدد کو میدان میں کو دی۔

"کمال ہے تم اتنی سمجھداری کی باتیں کہاں سے گھڑ کر لاتی ہو۔"ذینی نے اسکی دانش مندی پر اسے اپنی جانب سے داد پیش

کی۔

"آخر کو جبران احمد کی بہن ہے سمجھداری تو کوٹ کوٹ کر بھری ہو گی۔"جواب سنعیہ کی بجائے فریا نے دیا تھا۔

"اور ان ہی جبران احمد کا قول ہے۔ کہ انتہائی کم عقل بیوقوف اور جذباتی قسم کی لڑکی ہے زینی۔"سنعیہ نے اسکے سامنے جبران احمد کے الفاظ حرف بہ حرف دہرائے تو وہ صدمے سے چور لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچی۔

"یعنی کے پہلی اور نئی نکور محبت کی ایسی رائے ہے میرے متعلق۔"رنج کی کیفیت میں ڈوبی اسکی آواز ابھری۔

"جی ہاں اور اب آپکو ہی آپنی کاوشوں سے اس تاثر کو تبدیل کرنا ہو گا۔ اور وہ بھی جلد از جلد۔"سنعیہ ڈرامائی انداز میں گویا ہوئی تھی۔

"ہاں بالکل اور اس کے لیے پہلا قدم فوراً اٹھائیں وہ بھی بھائی جان کے میدے کے ذریعے۔"چمکتے چہرے کے ہمراہ فریا نے اسے مشورے سے نوازا تھا۔

اور اس سے چند ہی منٹوں بعد وہ بی جی کی پٹی سے لگی کھیر بنانے کی ترکیب پوچھ رہی تھی۔ بی جی اس کے اسقدر پُرشوق انداز پر غش کھاتے کھاتے بچیں تھیں۔

کہاں تو وہ صدا کی کام چور ان کے بارہا سر کھپانے کے باوجود بھی کچن کا رخ نہیں کرتی تھی۔ اور کدھر اب یہ اندازِ بے قراری دیکھنے کو مل رہی تھی۔

"نہ اب کون سے پیو کی بات پلے پڑ گئی ہے تیرے؟ میں تو سمجھا سمجھا کر تھک گئی۔ کڑیاں بورچی خانے میں کام کرتی ہی سوہنی لگتیں ہیں۔ پر مجال ہے جو تیرے سر پر جوں بھی رینگی ہو۔ نہ اب یہ رات ورات، کایا کیدے پلٹی۔"وہ تشویش کا شکار ہوئیں۔

"لاحول ولا قوت بی جی۔ ایک ہی باپ ہے میرا۔ میری مری ہوئی ماں کے دل پر وار کرنے کا موقع چاہیئے آپکو۔ میرا تو یونہی کچھ کرنے کو دل چاہ رہا تھا آج۔ آپ تو بس بال کی کھال نکالنے لگتیں ہیں ہمیشہ۔"وہ اس تفتیشی عمل سے بیزار دکھائی دی۔

"کچھ کرنے پہ ہی دل کر رہا ہے تیرا تے جا، جاکے کوٹھے ٹپ یا فیر پھڑ نکل جا کالج اے وی نہیں کر سکدی تے جا، جاکے گھس جا فریا کے کمرے میں۔ نہ ہمارے زمانے میں کدھر تھے یہ رواج۔ اتنی حیادار ہوتی تھی کڑیاں۔ کسی کے گھر میں گھسنے سے پہلے سو باری سوچتیں تھیں۔ ایک تو ہے۔ بے غیرتی کی آخیر مچائی ہوئی ہے تونے۔ سارا دن لور لور پھرتی رہتی ہے۔ اک تیرا ابا ہے جیڑی گل کروہنس کے کہتا ہے نیانی(بچی) ہے۔ نہ میں پوچھتی ہوں اتنی کھوتے جتنی لڑکی کیس پاسون نیانی لگتی ہے اسے بے جی تو بھری بیٹھیں تھیں۔ جوں ہی وہ ہاتھ لگی اس کے لتے لینے لگیں۔ وہ لاحول پڑھتی سر تھامے اٹھ کھڑی ہوئی ان سے بحث بیکار تھی۔

"آپ سے مجھے یہ ہی امید تھی۔"وہ پیر پٹختی واک آوٹ کر گئی۔

"نہ اب یہ تیرے شریفوں والے لچھن ہیں۔ آ لینے دے تیرے پیو کو تیری وڈی پھپھی (بڑی پھپھو) کو بلا کر کرتی ہوں تیرے ویاہ کی گل۔" دیر تلک کچن میں بے جی کی صلاواتیں اس کی جان جلا کر خاک کرتی رہیں تھیں۔ وہ کان لپیٹے بڑی توجہ سے اپنے کام میں مصروف رہی۔ کھیر جونہی تیار ہوئی ٹھنڈی کرنے فریج میں رکھ کر وہ فریا اور سنعیہ کے خاص ہدایت کے مطابق تیار ہونے چلی گئی۔ ان کے ہی کہنے کے مطابق وہ عین پورے آٹھ بجے جبران احمد کے گھر واپسی کے وقت ان کے گھر میں داخل ہوئی۔ تو صد اکا وقت کا پابند وہ سامنے ہی گاڑی پارک کرتا دکھائی دیا تھا۔ وہ انتہائی سہج سہج کر قدم اٹھاتی اس کے پاس چلی آئی۔

"اسلام و علیکم۔" آتے ہی جھٹ سے سلام پیش کیا۔ جبران احمد نے اسے گاڑی سے نکلتے وقت اپنی ہی جانب آتے دیکھ لیا تھا۔ مگر وہ شدید حیرت میں مبتلا دکھائی دیا۔ خوبصورت گلابی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس وہ انتہاء سلیقے سے سر پہ دوپٹہ جمائے ہوئے تھی۔ سونے پہ سوہاگا اس قدر ادب سے پیش کیا گیا سلام تھا۔

"و علیکم اسلام۔" حیرت کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے جبران احمد نے اسکے سلام کا جواب دیا تھا۔ وہ میں دراصل آپکے لیے میرا مطلب ہے سب کیلیے کھیر بنا کر لائی تھی۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا کانچ کا ڈونگا اسکی جانب بڑھایا۔ اسے پہلی مرتبہ یوں سوچ سوچ کر بولتے دیکھ جبران احمد کو اچھنبا ہو رہا تھا، آخر ایسا بھی کیا ہو گیا تھا کہ رات ورات ہی کایاپلٹ گئی تھی۔

"تو تم خود اندر جا کر کسی کو پکڑا آتی۔" وہ تعمل کا شکار ہوا۔

"نہیں میں اندر نہیں آسکتی دراصل کل میرا انتہائی اہم ٹیسٹ ہے تو مجھے اسکی تیاری کرنی ہے اور پھر اباجی بھی گھر پر انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے انتہاء شستہ لہجے میں معذرت طلب کی تو مجبوراً ہی سہی جبران احمد نے ڈونگہ اس کے ہاتھ سے تھام لیا اور سر جھٹک کر اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ مسرور سی ہو کر واپس ہولی۔

"اباجی آج کل پڑھائی میں خاصی مشکل پیش آرہی ہے۔ یوں بھی فائینل سمسٹر ہے تو میں سوچ رہی تھی کیوں نہ ٹیوشنز لینا شروع کر دوں۔" صبح اباجی کے سامنے ناشتے کی ٹرے رکھتے ہوئے اس نے اجازت طلب کی تھی۔

"ہاں ہاں شوق سے رکھو بھلا مجھے کیا اعتراض۔" وہ لسی کا گلاس اٹھاتے ہوئے خوش دلی سے بولے۔

"آپ کو تو نہیں پر بی جی کو ہر بات پہ اعتراض ہوتا ہے۔ یاد نہیں جب گھر میں کھانا بنانے کے لیئے کک رکھا تھا تو کتنا شور مچایا تھا انہوں نے۔" بی جی چونکہ بزرگ ہو چکی تھی اور زینی کی پڑھائی کا بھی مسئلہ تھا اور خود بھی وہ کسی کام کو ہاتھ لگانے کو راضی نہیں ہوتی تھی تو مجبور ہو کر مراد صاحب نے گھر میں خانساماں رکھ دیا تھا۔ جو دوپہر کو ایک گھنٹے کے لیے آکر کھانا تیار کر جایا کرتا تھا. خانساماں رکھتے وقت بی جی نے خوب ہی ہنگامہ کیا تھا کہ جوان جہاں لڑکی گھر میں پڑی بستر توڑے اور گھر کی صفائی ستھرائی سے لے کر کھانا پکانے تک کیلیئے ملازم رکھ لیئے جائیں۔ کل کو سسرال میں جا کر ناک ہی کٹوادیگی ہماری۔ اس قسم کے بے تحاشہ اعتراضات

تھیا نکو۔ مگر ہمیشہ کی طرح زینی انکی کسی بھی بات کو خاطر میں نہیں لائی تھی۔ الٹا شادی بھی وہیں کرنے کا فیصلہ سنا ڈالا تھا۔ جہاں خانساماں اور دیگر ملازم پہلے سے ہی موجود ہوں۔

"فکر نہ کیا کرو بی جی زرہ پرانے زمانے کی ہیں نہ اسلیئے انہیں یہ باتیں مناسب نہیں لگتی۔ تم کہو تو میں کسی استاد کا بندوبست کر دیتا ہوں۔" مراد صاحب ناشتہ کرتے ہوئے تسلی دینے لگے تھے۔

"استاد کی کیا ضرورت ہے۔ جبران احمد ہے نہ اس سے پڑھ لوں گی یوں بھی اس جیسا لائق فائق شخص تو ہماری پوری کالونی میں نہیں۔" وہ جھٹ اصل مدعے پر آئی۔

"نہ اب تم اس بیچارے بچے کا دماغ خراب کرنے کا ٹھانے بیٹھی ہو۔ جس قدر تم کوڑھ مغز ہو نہ بیچارہ بچہ تمہیں پڑھاتے پڑھاتے خود ہی نہ بھولنے لگے۔" جانے بی جی وہاں کب وارد ہوئی تھی بحرحال زینی کو انکی انٹری اور باتیں دونوں ہی کانٹے کی مانند چبھی تھی۔

"ابا جی۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"کہا نہ فکر مت کرو میں بات کرتا ہوں آفندی صاحب سے۔ انشاءاللہ انکا بیٹا تمہارے لیئے وقت نکال ہی لے گا۔ یوں بھی آفندی صاحب سے پرانی سلام دعا ہے مجھے انکار تھوڑا ہی کرینگے۔" ابا جی نے تسلی دی تو وہ کھل اٹھی۔

"آپ آج ہی بات کریں نہ ان سے میں اور فاریہ دونوں ہی پڑھ لینگے۔" وہ بیتاب ہوئی۔

"اچھا اچھا تم تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے لگتی ہو۔" ناشتہ ختم کر کے ابا جی جانے کیلیئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں تو کہتی ہوں مت پڑو ان فضول کے چکرو میں۔ کل بھی اسکی پھپھی کا فون آیا تھا رشتہ مانگ رہی تھی اپنے غلام محی الدین کیلیئے زینب کا۔" بی جی نے اپنے ہی من کی کہی۔

"میں نے کوئی نہیں شادی کرنی اس گو ھنچو سے۔" وہ منہ بنا کر بولی تو بی جی کا ہاتھ چپل کی جانب بڑھا۔ "بے حیا کیسے منہ پھاڑ کے بکواس کرتی ہے۔" جب تک انہوں نے چپل اچھالی وہ کمال مہارت بچ کر اندر بھاگ لی جبکہ ابا جی مسکراتے ہوئے بی جی کو سوچنے کا کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گئے جبکہ بی جی دیر تلک بیٹھی اسکی بے شرمی و ڈھٹائی کو کوستی رہی تھی۔ مراد صاحب نے فون پر ہی احمد آفندی صاحب سے گزارش کر لی تھی۔ جس کو انہوں نے ہرگز رد نہیں کیا تھا اور جیسے تیسے کر کے انہوں نے جبران احمد کو بھی راضی کر لیا تھا۔ چونکہ تمام دن وہ آفس میں پایا جاتا تھا اسلیئے رات 8:30 بجے کا وقت طے پایا تھا- نتیجاً وہ طے کردہ وقت پر وہ فاریہ سمیت جبران احمد کی اسٹڈی میں موجود فزکس کے فارمولے سمجھنے میں مصروف تھی۔ فزکس کے پانی کے آسان ترین فارمولے H20 کے بعد اسے مجال تھی جو عمر بھر کبھی بھی کسی فارمولے کی سمجھ آئی ہو۔ سو ہمیشہ کی طرح نیند کا غلبہ حاوی ہونے لگا- جبران احمد چشمہ

لگائے انتہائی توجہ سے انہیں سمجھانے میں مشغول تھا جبکہ ہاتھ پر ٹھوڑی جمائے اسکے روبرو بیٹھی انتہائی محویت سے یک ٹک تکنے میں مصروف تھی۔

'اب یہی فارمولے تم دونوں کل مجھیکر کے دکھاؤ گی۔" تھکن سے چور جبران احمد نے کتاب بند کرتے ہوئے ان دونوں سے کہا-فاریہ کو تقریباً کچھ نہ کچھ سمجھ آگئی تھی۔ سو جی اچھا کہہ کر کتابیں سمیٹنے لگی جبکہ وہ ہنوز اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

"زینب۔" جبران احمد نے ٹھٹک کر اسے پکارا تو فریا بھی اسی کی جانب متوجہ ہوئی۔ اِسے یوں آنکھیں پھاڑے جبران احمد کو تکتے پاکر فاریہ کے ہوش اڑے۔

"زینی۔" فاریہ نے اسے زوردار ٹھوکر مارتے ہوئے گھورتی نگاہوں سے اسکی تواضع کی تو وہ چونکی۔

"غالباً کسی خاص گہری سوچوں میں غلطاں تھیں تم۔" جبران احمد نے طنزیہ لب ولہجہ اپنایا تو فاریہ تاسف سے سر دائیں بائیں گھما کر رہ گئی۔

"جی ہاں وہ میں سوچ رہی تھی آپکے پاس خاصی کتابوں کی تعداد موجود ہے تو یقیناً آپکے پاس شاعری کی بھی چند کتابیں ہونگی۔" گھڑا گھڑایا جواب زینی کے پاس ہمیشہ تیار رہتا تھا-

"جی ہاں موجود ہیں۔ میر تقی میرؔ ۔ مرزا اسد اللہ غالبؔ، محسن نقویؔ، دردؔ، داغؔ، بہادر شاہ ظفرؔ اور اقبالؔ صاحب کی بھی تمام کتابیں موجود ہیں۔" جبران احمد نے چند چیدہ چیدہ شاعروں کے نام گنوائے۔

"پروین شاکرؔ کی کوئی کتاب نہیں ہے کیا آپکے پاس۔" ان شاعروں کے بھاری بھرکم نام ہی اسکے سر سے زناٹے کیطرح گزر گئے تھے شاعری کیا خاک پلے پڑنی تھی۔ سو فوری طور پر ایک سمجھ میں آنے والی شاعرہ کا نام لے دیا-

"وہ کون؟" جبران احمد کے پوچھنے کے انداز میں سختی نمایاں تھی۔

"وہی جن کا وہ شعر ہے

"کوبہ کو پھیل گئی بات شناسائی کی

اس نے خوشبو کی طرح میری پذیرائی کی"

وہ فوراً ہی رٹا رٹایا شعر پڑھنے لگی تو فاریہ اسکی صورت دیکھ کر رہ گئی۔ یوں ہی دن پہ دن گزرنے لگے۔ پہلے وہ دن میں اکثرو بیشتر وہاں پائی جاتی تھی تو اب رات کو بھی باقاعدگی سے جانے لگی۔ شروع شروع کے روز جبران احمد انتہائی صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے نہ سمجھ میں آنے والے سوالات دوسری اور تیسری بار بھی سمجھا دیا کرتا لیکن اسکی عدم توجہی محسوس کرتے ہوئے وہ بھی اکتانے لگے تھے۔ دن بھر کے آفس سے تھکے ہارے لوٹے تو گھنٹہ بھر انکے ساتھ سر کھپانے بیٹھ جاتے تھے۔

"اگر تمہیں پڑھائی پر توجہ نہیں دینی تو پھر میرا وقت برباد کرنے کی کیا سوجھی ہے تمہیں۔" ایک دن غم و غصے کا شکار ہو کر ہاتھ میں پکڑی کتاب میز پر پٹختے ہوئے وہ چلائے۔ زینی جو ہرگز اس رویے کی توقع نہیں رکھتی تھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ فاریہ اس وقت اپنے والد کے بلاوے پر انکے کمرے میں گھسی بیٹھی تھی سو اس دہشت انگیز صورت حال کا سامنا اسے تن وتنہا ہی کرنا پڑا۔

"اگر مجھے نہیں سمجھ آرہا تو ضروری نہیں کہ میرے ہی دماغ کی خرابی ہو۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے آپکے سمجھانے کے انداز میں فالٹ ہو۔" ڈھٹائی کا عالمی ریکورڈ قائم کرتی زینی کا اعتراض سن کر جبران احمد عش عش کر اٹھا تھا۔

"تو پھر بہت بہتر جیسے ٹھیک سمجھانا آتا ہو اسی سے سمجھو۔ میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں کہ تم پر ضائع کر سکوں۔" تمام تر لحاظ و مروت بلائے طاق رکھتے ہوئے اس نے زینی کو صاف جواب دیا اور پاس رکھی اپنی کوئی انگریزی ادب کی کتاب اٹھا کر اسے پڑھنے میں گم ہو گئے۔ دانت پیستی زینی بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور بنا وہاں چند پل بھی رکے واک آؤٹ کر گئی۔

"اتنی زبردست قسم کی کھیر ہڑپ کر لی تمہارے بھائی نے مگر ایک حرف شکریہ نہ ادا ہوا اس سے اور تو اور اتنے دن سے میں محض اسکی خاطر کتابوں سے مغزماری کر رہی ہوں مگر مجال ہے جو اسکے ماتھے کے بل کم ہوئے ہوں اور یہ روز روز نک سک سے تیار ہو ہو کر بھی میں تنگ آگئی ہوں۔ اور تو اور اسے ایمپریس کرنے کیلیئے اچھی خاصی شاعری بھی رٹی تھی لیکن اسکی شکل دیکھتے ہی سب بھول بھال گیا۔ کھڑوسیت کا چلتا پھرتا نمونہ۔" اب وہ باہر لاؤنج میں بیٹھی سنیعہ کے سامنے جلے دل کے پھپولے پھوڑنے میں جتی ہوئی تھی سنیعہ کو چہیتے بھائی کی اس قدر عزت افزائی سن کر بھی یوں ہی گم سم بیٹھے دیکھ کر وہ تشویش کا شکار ہوئی تھی۔ اسکے دماغ میں کوندا سا لپکا تھا رکتی ہوئی سانسوں اور تیز دھڑکتے دل کو سنبھالتے ہوئے اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ تو دونوں بازو سینے پر باندھے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے جبران احمد کو دیکھ کر اسکا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ جانے وہ کب سے کیا پول کھولنے میں مصروف تھی اور معلوم نہیں کیا کیا سن لیا تھا۔ وہ تاسف میں سر نفی میں ہلاتے اسی کی جانب متوجہ تھا۔ زینی صوفے پر دراز تھی۔ سیدھی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر بنا کچھ سوچے سمجھے باہر دوڑ لگا دی تھی۔ پیچھے بیٹھی سنیعہ سر تھام کر رہ گئی تھی۔ جبکہ اس تمام کاروائی سے بے خبر فاریہ ابا کے کمرے میں بیٹھی ان سے بھائی کی شادی کر دینے کے بابت اصرار کر رہی تھی۔

"شادی تو جبران کی مرضی سے ہی ہو گی جب چاہے گا اور جہاں چاہے گا ہم کر دیں گے۔ اس معاملے میں، میں اس پر کوئی دباؤ ڈالنے کے حق میں قطعی نہیں ہوں۔" موٹی سی کتاب سے سر نکال کر احمد آفندی نے ایک طرح سے اسکی مشکل آسان کر دی تھی۔ تو دوسری جانب بڑھا بھی دی تھی۔ اگر وہ جبران احمد سے اس بارے میں اصرار کرتے تو یقینی طور پر وہ فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مان جاتا۔ جبکہ دوسری صورت میں تمام تر صورت حال جبران احمد کے ہاتھ میں منتقل ہو جاتی تھی۔ جو اگر ہاں کہتا جس

کے چانس کم کم ہی دکھائی دے رہے تھے۔ تو جیسا کہ ابا نے اسے آزادی دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ معاملہ فوراً سلجھ جاتا لیکن دوسری صورت میں اگر وہ انکار کرتا تو ابا کے مطابق تو وہ اس سے کسی قسم کی زبردستی کرنے کے موڈ میں نہیں تھے۔

فاریہ کو اپنی نیا پار لگتی کم اور ڈوبتی ہوئی زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔

"اوہو بابا آپ سے میں یہ کب کہہ رہی ہوں کہ آپ ان پہ کوئی دباؤ ڈالیں بس آپ ان سے اپنی اور ہماری خواہش کا اظہار کریں کہ ہمیں ان کے سر پہ سہرا سجانے کا ارمان شدت سے ہونے لگا ہے۔ یوں بھی 28، 29 کے ہو گئے ہیں خیر سے اب کیا تب شادی کریں گے جب سر کے بال جھڑنا شروع ہو جائے گے۔" فاریہ بھی ٹھان کر آئی تھی کہ ابا کو منا کر ہی دم لے گی۔

"پر بات کرنے کی کوئی ٹھوس وجہ بھی ہونی چاہیے۔ جب کوئی لڑکی ہو گی تب بات کر لیں گے نہ۔" نیم رضامند ہوتے احمد صاحب نے ٹال مٹول سے کام لینے کی کوشش کی۔ جسے فوراً ہی فاریہ نے زینی کا نام لیتے ہوئے ناکام بنایا۔

"بھئی بچی تو دیکھی بھالی ہے اور پھر تم دونوں سے خوب دوستی بھی ہے تو اسکی عادت و رویے کا بھی تمہیں باخوبی اندازہ ہو گا اور یقیناً ان سب باتوں کی رپورٹ مثبت ہی ہو گی جب تم اسکا نام لے رہی ہو لیکن جبران کی رضامندی ہونا انتہائی اہم ہی۔" پرسوچ ہنکارہ بھر کر اسکی بات پہ غور و خوض کرتے ہوئے انہوں نے گیند ایک بار پھر جبران احمد کے کورٹ میں ڈالی۔

"ٹھیک ہے آپ ان سے شادی اور زینی سے شادی دونوں کی بات کیجیئے پھر جو وہ کہے گا تو وہی ہو گا۔" باپ کے شانے پہ سر ٹکاتے ہوئے فاریہ نے بیدلی سے کہا تھا۔ اسے جبران احمد سے کسی قسم کے مثبت جواب کی توقع ہرگز نہیں تھی لیکن بات چھیڑنے میں کوئی مضحکہ بھی نہیں تھا۔ یوں بھی ہفتہ بھر سے وہ ان ہی سوچوں کے پیش نظر باپ سے بات کرنے سے گھبرا رہی تھی مگر آج سنیعہ کے ہمت دلانے پہ اس نے دلی خواہش کا اظہار کر ہی دیا تھا۔

"ہم اپنی گڑیا کی خواہش فلفور پوری کر دیتے ہیں۔" انہیں بیٹی کی اس ادا پر پیار آیا تو فوراً ہی مہربان ہوئے۔

"سچی۔" فاریہ بییقینی میں گھری انکے کندھے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھتے ہوئے پرجوش ہوئی۔

"بالکل بھیجو اسے اندر۔ انہوں نے حکم کیا تو اسی پل گرتی پڑتی ایسا بھاگی کہ سیدھا جبران احمد کے کمرے میں جا کر ہی بریک لگائی۔

"آپ کو بابا یاد فرما رہے ہیں۔" اس نے بیڈ پر نیم دراز جبران احمد تک باپ کا پیغام پہنچایا۔

"خیریت۔" وہ گھڑی پر نگاہ دوڑاتے ہوئے جو 9 بجا رہی تھی فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی تشویش کا شکار ہوا عموماً وہ اس وقت اپنے کمرے میں ادبی کتب کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہوا کرتے تھے۔ کم و بیش ہی کمرے سے باہر آ جاتے تھے یا پھر کبھی بی پی کے مسئلے سے عاجز آ جاتے تو کسی نہ کسی کو اندر بلوا لیتے۔

"خیریت ہی ہے بس یوں ہی آج انہیں کوئی ضروری بات کرنی تھی آپ سے۔" وہ وہیں کھڑی رہی۔ وہ ایک اچٹتی سی نگاہ بہن پر ڈال کے احمد صاحب کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ تو فاریہ نے بھی سنیعہ کی تلاش میں بھٹکنا شروع کیا۔ آخرکار وہ بھی لان میں چک پھیریاں کرتی نظر آ ہی گئی۔

"تم کیوں جلے پیر کی بلی بنی ہو۔" فاریہ نے سنیعہ پر جملہ کسا تو جواب میں جو سنیعہ نے اسے حرف بہ حرف پیش آنے والا واقعہ سنایا وہ دل تھامے کھڑی رہ گئی۔

"اب تمہیں کیا ہوا؟"۔ "ہاتھ میں پکڑی چاکلیٹ کا ریپر پھاڑتے ہوئے سنیعہ نے اسکی زرد رنگت کو دیکھا۔ بابا اندر بھائی سے بات کر رہے ہیں زینی کے بارے میں۔ قریب ہی رکھی پلاسٹک کی کرسی پر تقریباً گرتے ہوئے فاریہ نے اس سے اپنی پریشانی کی وجہ بیان کی تو چاکلیٹ کی بائٹ لیتی سنیعہ کی حالت بھی غیر ہونے لگی۔ اور اس سب سے انجان دیوار کے اس پار بیٹھی زینی پاپ کارن کھانے کے ساتھ ساتھ شارخ خان کی نئی فلم دیکھنے میں مصروف رہی تھی۔

گزشتہ روز ہونے والی خفت کے باعث زینی نے آج صبح سے فاریہ کے گھر کی جانب رخ نہیں کیا تھا۔ وہ یوں ہی بیزار بیزار سی پھر پھر کر عاجز آنے لگی۔ تو ذہن میں نئی سوچ کا در وا ہوا۔ کیوں نہ گفٹ خرید کر جبران احمد کو معافی نامہ لکھا جائے۔ سو وہ بنا سنیعہ یا فاریہ کو بتائے بی جی سے اجازت طلب کرتی جو بیشمار عزت افزائی کے بعد ملی تھی۔ رکشہ سے بازار چلی آئی۔ گو کہ بازار ہر قسم کی اشیاء سے چکا چوند تھا لیکن اس کے باوجود وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر اس دشمن جان کیلیئے کونسا تحفہ خریدیے۔ بڑی لمبی شش و پنج کے بعد وہ ایک نتیجے پر پہنچتے ہوئے پرفیوم کے کارنر پہ چلی آئی۔ ارمانی کا مہنگا سا پرفیوم سلیکٹ کر کے ایک سوری کا کارڈ لیا وہ مسرور سی ہو جب واپسی کیلیئے پلٹی تو کسی سے زور و شور سے ٹکرائی تھی وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچی تھی۔

"اندھے ہو کیا۔" نظر اٹھا کر دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ سامنے کھڑے شخص پر نظر جمتے ہی اسکی زبان کو بریک لگا۔

"آپ یہاں۔" وہ تقریباً دوپہر کا وقت تھا اس وقت تو وہ آفس میں ہی پایا جاتا تھا۔ اسے وہاں دیکھ کر زینی کو خوشگوار سی حیرت کا احساس ہوا۔

"ہاں میں۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتا دور کہیں سے کسی نے اسے پکارا تھا آواز نسوانی تھی۔ زینی نے ٹھٹک کر اس جانب دیکھا تو چند فٹ کے فاصلے پر پینٹ شرٹ میں ملبوس ہائی ہیل پہنے کھلے بالوں پر گلاسز ٹکائے بازو پہ جدید طرز کا ہینڈ بیک لٹکائے کوئی لڑکی کھڑی جبران احمد کی منتظر دکھائی دی تھی۔ زینی نے ایک نظر میں ہی اسکا پوسٹ مارٹم کر ڈالا تھا۔

"ایکسکیوز می۔" جبران بنا کوئی تعارف دیئے اس سے معذرت کرتا۔ اس لڑکی کی جانب بڑھ گیا تو جانے کیوں زینی کے دل میں بیقلی سی چھانے لگی تھی۔

"غیروں کے ساتھ کیسے محفل الفت سجائے پھرتے ہیں موصوف اور ایک ہم ہیں ان کی ایک نگاہ شوق کے طلبگار ہیں کیا خوب نصیب پائے ہیں رقیبوں نے۔" انہیں تمام تر واقعہ بمع مرچ مصالحے کے سنا کر اب وہ اپنے نصیبوں پر ماتم کناں تھی۔ سنیعہ اپنی اسائمنٹ لکھنے میں مصروف تھی۔ جبکہ فاریہ صبح ہونے والے فزکس کے ٹیسٹ کی تیاری میں۔ سو دونوں نے کان لپیٹے ہوئے اپنی مصروفیت جاری و ساری رکھیں۔

"یہاں میری زندگی داؤ پہ لگی ہوئی ہے اور تم دونوں کو ان سڑے ہوئے سبجیکٹ سے فرصت ہی نہیں۔" مارے ضبط کے اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ ان دونوں پر اپنی کسی بھی بات کا اثر نہ ہوتے دیکھ اٹھ کر باہر چلی آئی یوں ہی قدم قدم چلتے جانے کس احساس کے زیر اثر اسکی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔ اسکا نان سیریس احمقانہ رویہ ایک طرف لیکن اس معاملے میں ہنسی ٹھٹول کرتی جانے کب وہ سنجیدگی کے گہرے سمندر میں جا ڈوبی اسے خود بھی معلوم نہیں ہونے پایا تھا۔ اس دن تمام رات اس نے جاگتے ہوئے گزاری تھی۔ بیچینی حد سے سوا ہوئے تو وہ وضو کر کے جائے نماز پر آ کھڑی ہوئی۔ نوافل ادا کر کے دعا مانگنے بیٹھی تو جبران احمد کے نام سے آگے اس نے خود کو کچھ مانگنے کے قابل ہی نہیں پایا تھا۔

اگلے روز کالج میں بھی تمام دن وہ کھوئی کھوئی پھرتی رہی تھی۔ اگر جو اس نے میرے بجائے اس مال والی لڑکی سے شادی کر لی تو میرا کیا ہو گا۔ بس اس ایک سوچ کے آگے اسکی کائنات ہی فنا ہو جاتی تھی۔ فاریہ نے اسے کھوئے کھوئے گم سم دیکھ کر اسے ہنسانے کی بیشمار ناکام کوشش کی تھی۔ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی شام ہوئی تو سونے پہ سہاگہ اسکی اکلوتی پھپھو اپنے جو شیلے، پھرتیلے، سجیلے جوان غلام محی الدین کے ہمراہ اس کی نئی نکور پراڈو میں سوار عین ان کے گھر آ کر لینڈ ہوئیں تو زینی کی ساری 1980 کی ہیروئن والی ادائیں سرے سے غائب ہوئیں۔ رشیدہ پھپھو نے ایسا کس کر اپنے موٹا پا زدہ جسم سے لپٹایا کے زینی کا سانس حلق میں اٹک کر رہ گیا۔ لے دے کر اس نے بھی اپنا نیا نیا تراشیدہ لمبا نوکیلا ناخن ان کی کمر میں چبھو دیا۔ اگلی ہی پل ایک جھٹکہ کھاتی وہ ان کی گرفت سے آزاد ہو چکی تھی۔

"ائے ہئیے ناخن تراش نہیں استعمال ہوتا شہر میں۔" سخت جان سی رشیدہ بیگم شہر آ کر کچھ زیادہ ہی نازک مزاجیاں دکھانے لگی تھیں۔ کچھ زینی کو تو یوں بھی ان کی ایک بھی بات اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ اوپر سے غلام محی الدین باہر سے ہی ابا کو سرپرائز دینے نکل گیا تھا۔ اسکے متوقع دیدار کے خوف سے ہی اسے چکر آ رہے تھے۔

"ویسے آپ اچانک۔۔۔ بتایا بھی نہیں۔"" زینی نے بظاہر ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔ مگر اندر سے بڑی ہی جلی کلسی بیٹھی تھی۔

"سرپرائیز پتر جی سرپرائز۔ اب یہ ساری باتیں مجھ سادہ عورت کو کدھر معلوم پر جو اپنا غلام محی الدین ہے۔ نہ وہ تو پورا ہی ولایتی ہے۔ ایسے فر فر انگریزی بولتا ہے۔ ارمانی کے چشمے لگاتا اور ایڈن روب کے کپڑے پہنتا ہے۔ پورے پینڈ میں بڑی ٹور ہے

میرے پتر کی۔" رشیدہ پھپھو اپنے لال کی تعریفوں میں مصروف ہوئیں تو زینی ضبط سے نیلی پیلی ہونے لگی۔ اس نے بڑی ہی تفصیلی نظر انکی سادگی کی نظر کی تھی۔ نیلے ریشمی لباس پر ڈائے شدہ بالوں کو کھول کر پشت پر ڈالے تیز سرخ لپ اسٹک اور نہ جانے کتنا بیش بہا میک چہرے پر وہ تقریباً تھوپے ہوئے تھیں۔ اوپر سے سونے کی ڈھیر ساری جیولری الگ لائٹیں مار مار کے بتا رہی تھی۔ کہ ہو نہ ہو وہ پنڈ کھاریاں سے تشریف لائیں تھیں۔ پھپھو صاحبہ اب دادی بیگم سے محو گفتگو ہو چکیں تھیں۔ اور گاؤں کی ایک ایک عورت کے کرتوتوں کی رپورٹ دادی کی عدالت میں پیش کرنے لگی تھی۔ زینی کو موقع مناسب لگا۔

"میں ابھی آتی ہوں۔" کہہ کر وہ فوراً وہاں سے کھسکی، ایسے موقعوں پر ہمیشہ اسے فریا کی یاد ستایا کرتی تھی۔

گیٹ کے زریعے جانا اسے ہمیشہ کی طرح محال لگا تو ایک بار پھر نہ باز آتے ہوئے چھت پر حملہ آور ہوئی۔ بڑی احتیاط سے یہاں وہاں دیکھا کوئی نہیں یا بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ جبران نہیں تھا۔ وہ سرشار سی سیڑھیوں کی جانب لپکی مگر بری قسمت وہ بھی بڑی ہی دھیرج سے ایک ایک قدم اٹھاتا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی زینی نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔ گویا کبوتر نے بلی دیکھ لی ہو۔ چہرے پہ خوف ایسا کہ ابھی وہ اسے دبوچ لے گا مگر کافی دیر گزر جانے کے بعد بھی کوئی حملہ نہیں ہوا تھا۔ زینی نے ڈرتے ڈرتے لحظہ آنکھیں کھولیں تو وہ بڑی فرصت سے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی حماقت پر مزید شرمندہ ہوئی۔

"میں وہ دراصل میرے گھر میری پھپھو آئی ہیں۔ تو ہمارا خانسامہ چھٹی پر تھا۔ آج کھانہ بنانا ہے اور مجھے فریا کی ہیلپ چاہئیے میں اس لیے وہ جلدی جلدی میں ادھر سے آگئی۔" ڈانواں ڈول سا فوری بہانہ گھڑ کے اس نے مڑ کر چھت کی جانب اشارہ کیا تھا۔ وہ دونوں اس وقت سیڑھیوں کے بیچ و بیچ کھڑے ہوئے تھے۔

"میں نے کچھ پوچھا۔" جبران ہاتھ کھڑے کرتا ہوا بولا۔

اب کہ زینی کو غصہ آیا بلاوجہ ہی وہ اس کو ہوا بنائے جا رہی تھی۔

"ہاں جی غلطی ہو گئی۔ جو میں نے آپکو عزت بخشتے ہوئے کچھ بتا دیا اب آپ براہ مہربانی ہٹنا پسند کریں گے۔ میرا وقت ضائع ہو رہا ہے۔" اسکی لاپرواہی پر زینی پوری طرح تلملا چکی تھی۔

"وقت تو آپ میرا ضائع کر رہی ہیں اس لیے بہتر ہے آپ چلی ہی جائیں۔" وہ سائیڈ پر ہوتا اس کے لیے جگہ بنا گیا تو وہ ہوا کی رفتار سے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے کہیں غائب ہو گئی۔ جبران اپنا چشمہ درست کرتا سر جھٹک کر چھت کی جانب بڑھ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زینی فریا کے سر پر تب تک سوار رہی تھی۔ جب تک کے غلام محی الدین نامی بلا سے ڈٹ کر سامنا کرنے کے لیے فریا بذات خود اٹھ کر اس کے ساتھ نہیں چل پڑی تھی۔ وہ زینی کے کچن میں کھڑیں ہوٹل سے کھانہ آرڈر کرتیں اس کے دیدار کو خاصی بے

تاب تھیں۔ مگر تاحال اس کا کچھ اتہ پتہ نہیں تھا۔

"یہ جی پینڈو قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ شہر کی لڑکیوں پر تو پہلی نظر میں ہی مر مٹتے ہیں مجھے تو خوف ہے۔ کہیں کمینہ پہلی نظر میں ہی میرے عشق میں نہ گرفتار ہو جائے۔" زینی ہاتھ ملتے ہوئے بولتی فریا کو بڑی ہی خوش فہم لگی۔

"او ہیلو! زینی بی بی خوابوں خیالوں سے باہر پدھاریے۔ حقیقی دنیا میں اتنی بھی کوئی آپ حور پری نہیں ہیں۔" منہ کا زاویہ بگاڑ کر فریا نے اسے ٹوکا تھا۔ مگر برا مانے بغیر وہ شرمائی پھر مسکرائی عجیب ہی رد عمل تھا۔

"ارے حور نہیں میں ہیر تو ہوں نہ تمہارے بھائی کے عشق میں گرفتار۔" فریا کو دوپٹے کا کونا مروڑتی زینی کی بات پر زور کی ہنسی آئی تھی۔ زینی نے حسب عادت چڑ کر اس کی کمر پر دھموکہ جڑ دیا۔ زینی کے تشدد کی شکار اپنی کمر کو فریا مسل بھی نہ سکی۔

"ہیر تم خوامخواہ، بلاوجہ اور خود ساختہ طور پر بنی پھرتی ہو۔ کبھی ان سے بھی پوچھ لو وہ بھی خود کو تمہارے رانجھے سے ریلیٹ کرتے ہیں یا پھر صرف یہ فقرے خواب ہیں تمہارے۔" فریا کی باتیں سچی تھیں۔ زینی کو نیم کے پتوں جیسی کڑوی تو لگی ہی تھیں۔ موڈ خراب ہو گیا وہ کچن سے باہر اب لان میں کھڑیں تھیں۔ دھوپ میں غلام محی الدین کے انتظار میں کھڑے کھڑے ان کا بدن تپ گیا تھا۔

"یہ منحوس بھی پتہ نہیں کہاں رہ گیا ہے۔ اس نجانے کس قسم کے بندے کے چکر میں میری سکن ہی خراب ہو جائے گی۔ تمہارا بھائی تو پہلے ہی نگاہ غلط نہیں ڈالتا کالی ہو گئی تو کیا خاک نظر بھرے گا۔ اوپر سے پتہ نہیں کون سی گوری چٹی سٹائیلو ڈائین اس کو چمٹ گئی ہے۔ فریا تمہاری بھابھی میں ہی بنوں گی۔ ذہن میں بٹھا لو تم اور خلیل جبران کی بھی تھوڑی تو تربیت کرو کیسے چھین چھبیلی لڑکیوں کے ساتھ آوارہ پھرتا ہے اور یہ روز روز چھت پر کیا لینے جاتا ہے اسکا بھی پتہ کرنا ہی پڑے گا۔" دوپٹے کے پلو سے گردن پر آیا پسینہ صاف کرتی زینی نے سی آئی ڈی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

" کبھی بکواس بند رکھ لیا کرا تنی گرمی میں پیاسا مار دو گی تم مجھے۔ جاؤ جلدی ایک گلاس لیموں پانی بنا کر لاؤ میرے لیے شاباش ورنہ یہ پہرے داری والی ڈیوٹیاں مجھ سے تو نہیں ہوتی۔" وہ شیڈ کے نیچے موجود کرسی پر براجمان ہوئی۔ زینی سے فرمائش کی ساتھ ہی دھمکی بھی دے ڈالی وہ انکار کرنے کی پوزیشن میں ہی نہیں رہی تھی۔ سو کچن کی جانب چلتی بنی غلام محی الدین کا دور دور تک کچھ بھی اتہ پتہ نہیں تھا۔ فریا ریلیکس سی ہو کر کرسی کی پشت سے سر ٹکاتی آنکھیں موند گئی۔ یوں بھی اس کے گانا گانے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ وہ نہایت مگن سی گانے کا شغف فرما رہی تھی۔ گیت بھی چن کر رومانوی ہی زبان پر چڑھا تھا۔

"دیکھا تجھے تو ہو گئی دیوانی

پالوں تجھے تو نہ ہو مرنے کا غم"

گیٹ کھلا کوئی اندر داخل ہوا چلتا ہوا۔ عین اس کے سر پر آموجود ہوا مگر وہ بے خبر آنکھیں موندے کرسی پر نیم دراز پیر جھلاتی راگ ہیلاندھے ہوئے تھی۔

"آ ہممممم۔۔۔" کوئی بھاری مردانہ آواز میں کھنکارہ بے اختیار آنکھ کھلی تو بس پھر کھلی کی کھلی رہ گئی۔ سامنے انتہائی خوبرو نوجوان سفید کرتا شلوار میں ملبوس اپنی بڑی بڑی آنکھیں اس پر ٹکائے اپنی گھنی سیاہ مونچھوں کو تاو دے رہا تھا۔ ہلکی داڑھی، سفید رنگت پر بکھرتی ہلکی ہلکی لالی، اور مسکراتے لب بڑی جاندار پر سنیلٹی تھی۔ فریا دل ہی دل میں معترف ہوئی ٹھیک ایسا ہی گھبرو جوان اسکے خوابوں میں بھی کئی بار چپکے سے آکر جا چکا تھا۔ اب منظر کچھ یوں تھا۔ وہ دونوں خاموش کھڑے ایک دوسرے کا بغور معائنہ کرنے میں مصروف تھے اور ان سے چند قدم کے فاصلے پر ٹرے میں لیموں پانی کا گلاس سجائے کھڑی زینی دونوں فریقین کے تاثرات مشاہدہ کر رہی تھی۔

"کیسی ہو تم بہت شوق تھا تم سے ملاقات کا مگر تمہیں تو سنا ہے گاؤں آنا پسند ہی نہیں 8 سال کی تھی جب آخری بار دیکھا تھا تمہیں۔ بڑی پیاری تھیں تب مگر اب تو نین نقش ہی بدل گیے ہیں تمہارے۔ پہلے سے دگنی حسین لگ رہی ہو۔ خوامخواہ ہی بے جی مجھے وارننگ دے رہی تھیں کے سوچ سمجھ کے فیصلہ کروں میں مگر اتنی نازک سی تو ہو تم بھلا کیا خاک کسی کو ستاؤ گی۔" وہ بہت پرجوش دکھائی دے رہا تھا۔

"آپ غلام محی الدین ہیں۔" وہ شاید فریا کو زینی سمجھ رہا تھا۔ فریا نے اس کی غلط فہمی دور کرنی چاہی تھی مگر اسکی پشت پر کھڑی زینی کے کچھ نہ بتانے کے اشارے کی بدولت بات بدل گئی۔

"جی مگر آپ تو دینو کہیے بے جی بتا چکی ہیں۔ آپ کو میرا نام کچھ زیادہ ہی لمبا محسوس ہوتا ہے اس لیے اکثر دینو کہہ کر بلاتی ہیں لیکن کوئی بات نہیں اب ہماری منگنی ہونے والی ہے آپ دینو کہہ کر بلانے کا حق رکھتی ہیں مجھے۔" غلام محی الدین کو شاید بے دھڑک بولنے کی عادت تھی۔ اسکی خوش فہمی پر زینی دانت پیس کر رہ گئی جبکہ فریا عش عش کر اٹھی یعنی وہ ساری پلاننگ اپنے دماغ میں ترتیب دے چکا تھا۔ یہاں بس عملی جامعہ پہنانے آیا تھا۔ جبکہ وہ دونوں یہ سوچے بیٹھی تھیں کہ وہ یہاں آکر زینی سے مل کر اسے سمجھ پرکھ کر ہی کوئی فیصلہ کرے گا۔ اب اسکی اس بولڈنیس کا فریا کیا جواب دیتی زینی کو اپنی انٹری کے لیے وقت مناسب لگا تو آگے بڑھ آئی۔

"اسلام و علیکم دولہا بھائی۔" اس نے آتے ہی بڑی جانفشانی سے اسے سلام پیش کیا۔ اسکے لفظوں پر فریا کو اچھا خاصہ کرنٹ لگا تھا۔ آنکھیں گھما کر خوب گھورا اسے پر وہ ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ بنی خوش اخلاقی سے مسکراتی لیموں پانی کا گلاس اسے پیش کرنے میں مصروف رہی شکریہ کے ساتھ اس نے گلاس تھام لیا تھا۔

"آپ یقیناً زینی کی وہ سہیلی ہیں جن کے بنا ان کا دن نہیں گزرتا۔ بے جی سے سنا آپ کے بارے میں آپ فکر مت کیجئیے آپ پر کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں۔ شادی کے بعد بھی آرام سے آپ اپنی سہیلی سے ملنے آسکتیں ہیں۔ فکر نہیں کرنی میں اسے بھی آپ سے ملوانے لاتا رہوں گا۔" وہ زینی کو فریا سمجھ کر تسلی دے رہا تھا۔ جبکہ فریا کی آنکھیں حیرت سے ابل رہی تھیں کتنا منہ پھٹ اور خوش فہم انسان تھا۔ وہ زینی کا کزن ہی ہو سکتا تھا۔ کہیں سے بھی شک و شبہات کا شکار نہیں تھی فریا۔

"جی شکریہ دولہا بھائی کتنے اچھے ہیں آپ۔ ہمیں بلاوجہ ہی بے جی نے ڈرار کھا تھا۔ آپ سے کہ آپ ایک تنگدل، سخت مزاج، خو مخواہ کی روایات کے پابند بڑے اکھڑ قسم کے انسان ہیں مگر یقین جانیں آپ سے مل کر از حد دلی خوشی ہو رہی ہے۔ میں نے تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا اس بارے میں۔" وہ اپنی چمکتی آنکھیں ان دونوں پر مرکوز کیے مسکرائے جا رہی تھی۔ کل تک جس کزن کو کچا کھا جانے کو تیار تھی آج اسی کے لیے زبان سے شرینی ٹپک رہی تھی۔ فریا کو اچھنبا ہوا مگر فی الحال خاموشی میں ہی عافیت تھی۔

"ویسے سچ کہیے دولہا بھائی آپ کو ہماری لڑکی پسند آئی۔" زینی کے اگلے سوال پر فریا کا بی پی لو ہوا۔

"بالکل میری توقع سے کہیں بڑھ کر پیاری ہیں یہ معصوم موہنی صورت۔ سچ کہوں یہ ابھی جب مدھم سے لہجے میں بولیں تو لگا جیسے پھول جھڑ رہے ہوں زبان سے۔ پہلی نظر میں ہی میں نے فیصلہ کر لیا اب شادی کروں گا تو ان ہی سے۔ پیار میں دیر نہیں لگی تو اظہار میں کیوں تاخیر کرنی۔ ویسے بھی شرح میں کیسی شرم۔ شادی کے لیے اپنی رضامندی تو دینی ہی تھی۔" کل کرے سو آج کی عملی مثال ثابت ہو رہا تھا وہ شخص۔

"ارے یہاں میں نے آپکو باتوں میں لگا دیا اندر چلیے نہ بیجی بڑی شدت سے منتظر ہیں آپ کی۔" زینی نے مطلب کی بات اگلوا کر فوراً رخ موضوع تبدیل کیا۔ تو وہ بھی خیال کر کے اندر کی جانب بڑھ گی۔ زینی اسے بے جی کے کمرے کے دروازے پر ہی سی آف کر ائی تھی۔ مبادہ کہیں اندر جا کر بھانڈہ ہی نہ پھوٹ جائے۔ واپسی پر فریا کچن میں کفگیر اٹھائے اس پر پڑنے کو تیار ملی۔ زینی نے اسے حراساں نظروں سے دیکھا۔

"کیا بکواس کر رہی تھی تم ہاں۔ دولہا بھائی اور کیا کہہ رہی تھی لڑکی پسند ہے آپکو۔" اسے کفگیر دکھا کر گھورتے ہوئے فریا نے اس کی نقل اتاری۔

"ارے بات تو سنو صبر تحمل بھی کوئی چیز ہے یار اور یہ دو مجھے زرا۔" زینی نے اسکا شانہ تھپتھپا کر اسے ٹھنڈا کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے کفگیر لیا۔

"جلدی بکواس کرو دو منٹ ہیں تمہارے پاس کیا ناٹک شروع کیا ہے اب۔" فریا کا موڈ اب بھی سخت تھا۔ زینی نے گہری سانس خارج کر کے خود اس کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے تیار کیا۔

"ناٹک میں نے نہیں کیا۔ غلط فہمی کا شکار تو دینو بھیا خود ہوئے ہیں۔ ہم نے تو بس انہیں اصل بات نہیں بتائی سوچا نہیں کس نے کہا تھا اتنے جلد باز واقع ہوں کے پہلی نظر میں لڑکی پسند کر کے اس سے اظہارِ محبت کر بیٹھیں۔ وہ بھی بنا تصدیق لیکن اگر ایسا ہوا ہے تو یہ بھی قسمت کا ایک اشارہ ہے سمجھو تو رشتہ جوڑنے مجھ سے آئے جناب اور دل جوڑ بیٹھے تم سے۔ اب سوچو تم بھی تو ایسا ہی خوبرو جوان ڈھونڈتی پھر رہی تھیں لاکھ چھپا لو اچھے سے جانتی ہوں تمہارے خیالی پلاؤ میں۔" اس کے مکر جانے کے ڈر سے زینی نے دھونس جمائی۔ فریا کے تنے ہوئے عصاب اب ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ کچھ بھی ہو کہہ تو زینی ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔ فریا کی طبعیت بڑی سکون پسند واقع ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ سے ہی شہر کے شور و غل سے کہیں بہت دور گاؤں یا کسی بستی میں ٹھہری ہوئی سی سادہ زندگی گزارنا چاہتی تھی۔

"یاد ہے تمہیں اپنا وہ خواب کنویں سے پانی بھر کر لانے والا اور وہ ندی کنارے ٹہلنے والا۔ سمجھو خدا نے سن لی تمہاری پڑھائی سے جان علیحدہ چھوٹے گی تمہاری۔ وقت دیتی ہوں سوچ سمجھ لو اچھی طرح۔" زینی کی ساری باتیں فریا کے دل کو لگیں تھیں مگر وہ اتنی جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ساری باتیں ایک طرف زینی مگر یہ تمہارا کزن چیز کیا ہے۔"

"یہ چیز بڑی ہے مست مست۔" زینی اسے ٹہوکا دیتی ہوئی گنگائی۔ تو فریا نہ چاہتے ہوئے بھی کھلکھلانے لگی۔

"ویسے مبالغہ آرائی کی انتہا کرتی ہو اچھے خاصے ہینڈ سم بندے کا امیج بگاڑ کر رکھا تھا تم نے۔ ہماری نظروں میں بظاہر تو کوئی برائی نہیں مگر جذباتیت کی انت کر دی تمہارے موصوف کزن نے۔" کھانا تیار تھا اور وہ اب اسے گارنش کرتے ہوئے وہ دونوں ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی تھیں۔

"ہو سکتا ہے بیچارہ تمہیں دیکھ کر اتنا زیادہ اتاولا ہو گیا ہو حالانکہ شکل سے احمق نہیں لگتا۔ اچھی خاصی آسامی تھا یہ بھی پر دل آئے گدھے پر تو پرا کیا چیز ہے۔" زینی منہ بنا کر بولی۔

"سبحان اللہ تمہاری شاہانہ مثال پر اور خبر دار جو میرے منہ پر ہی میرے بھائی کو گدھا کہا ہو تو۔ پہلے کیسے مرتی تھیں میرے بھائی کی وجاہت پر اب یکایک تمہیں قلق ستانے لگا۔"

"خیر چھوڑو اس بات کو میں نے کہاں پہلے غلام محی الدین کو دیکھ رکھا تھا۔ 14 سال کا تھا جب آخری بار گاؤں میں ہی دیکھا تھا۔ اس کے بعد کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی ورنہ یہاں وہاں خوار ہو کر تھوڑا ہی دل لگا بیٹھتی اور سچ پوچھو تو تب یہ واقعی چوسنی تھا۔ یہ تو دیسی گھی سے بنی خوراکیں کھا کھا کر پہلوان بن گیا۔ دیکھا نہیں کیسا باڈی بلڈر جیسا بدن تھا موصوف کا۔ ہو بہو کہانی کے کسی ہیرو جیسا۔" کھانے کے برتن نکالتے ہوئے زینی نے تفصیلی تبصرہ کیا۔ تو فریا کی نگاہوں میں غلام محی الدین سراپہ گھوما وہ زرا سا ہی مسکرائی

تھی۔ اس مسکراہٹ کا احوال زینی بخوبی سمجھتی تھی۔ مگر مزید گفتگو کا موقع ہی نہیں مل پایا تھا۔ تب ہی ابا جی گھر چلے آئے تو بے جی نے انہیں میز پر کھانا لگا دینے کا آرڈر دے دیا۔ کھانا سب نے ساتھ مل کر ہی کھایا تھا۔ صد شکر کھانے کے میز پر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ ان دونوں کا راز افشاں ہو جاتا۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔

"چائے بہت عمدہ ہے۔" غلام محی الدین نے تعریف کی۔

"انہوں نے بنائی ہے۔" زینی نے فریا کی جانب اشارہ کیا تو وہ جھنیپ گئی۔

"کھانا بھی بہت لذیذ تھا۔ بہت ہی پیاری بچی ہے یہ بے جی نے بتایا تھا کہ کھانا بھی تم دونوں نے مل کر ہی بنایا ہے۔" زینی کی پھپھی اماں نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"آج کمپنی والے آئینگے دکان پر ان سے میٹنگ ہے میں اب چلتا ہوں۔" ابا جی چائے کا مگ رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" غلام محی الدین بھی پشت پر ہاتھ باندھے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے نہیں ابھی تو آئے ہو۔ آرام کرو تم کل چلنا ساتھ۔ تمہیں چکر لگواؤں گا انشااللہ۔" ابا جی بھانجے کی فرمانبرداری پر نہال ہوئے۔

"ہاں بالکل آج تو تم کہیں جانے کی بات مت کرو۔ یہیں رہو گھر پر جی بھر کر آج ہم سے تو مل لو پھر کرتے رہنا آوارہ گردیاں۔" بے جی نے مداخلت کی تو وہ جہاں سے اٹھا تھا۔ وہاں واپس براجمان ہو گیا نگاہیں کب سے بارہا فریا کے چہرے کا طواف کر چکی تھیں۔ فریا بھی اسکا دیکھنا دیکھ چکی تھی۔ جواب میں نروس ہو کر کبھی مسکرا دیتی تو کبھی تھوڑا سا شرما لیتی۔ یہ نظروں نظروں کے کلام زینی پڑھ چکی تھی۔ ہائے کاش جبران احمد تم پر بھی کہیں سے محبت کی ولایت اترے دل میں ہوک سی اٹھی تھی۔ وہ دونوں چائے کے بعد کھانے کے برتن سمیٹنے لگی تھیں۔ میز سے اٹھا کر کچن میں یونہی ڈھیر لگا دیا تھا پھپھی اماں بے جی اور غلام محی الدین اب تک کمرے میں محفل سجائے بیٹھے تھے۔

"تمہارا بھائی چاہتا کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا۔" زینی بجھے دل سے بولی۔ فریا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے شہر کی بورنگ سی فضا کا شکار ہو کر وہ محبت کے لطیف جذبات و احساسات کا مزہ کھو چکا ہے۔ کیسے ڈالوں اس کے دماغ میں یہ بات زندگی بن روئے رو کر گزار دینے والی چیز نہیں ہے اس کے ہر لمحے کا لطف اٹھانا چاہئیے۔ اسے ہٹلر کا جانشین بن کر خشک مزاجی دکھا کر کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ تم نے کوئی بات نہیں چلائی گھر میں۔" فریا کی مسلسل چپ نے زینی کو اب کوفت میں مبتلا کر دیا تھا۔

"بات تو کی تھی ابا سے۔ ابا کا تو وہی فرمان ہے جو بھی ہو گا جبران بھائی کی مرضی سے ہو گا۔" اب پھر چاہے وہ زینی کے لیے

حامی بھر دیں یا انکار کر کے کسی اور کو ترجیح دیں۔ برتن دھو کر سمیٹتی فریا کی بات پر زینی کو جبران کے ساتھ شاپنگ مال میں نظر آنی والی وہ تیز طرار سی لڑکی یاد آئی۔ تو جل کر خاک ہوئی۔

"خبردار فریا بی بی خبردار! جا کر اپنے بھائی سے کہہ دو اس کی زندگی میں زینی کے علاوہ کسی لڑکی کی گنجائش نہیں نکلتی۔ کسی اور کے بارے میں سوچا بھی اگر اس نے تو میں اسے چھٹی کا دودھ یاد دلوا دوں گی۔ کمینہ، میرے دل میں بستہ ہے تو کہو اسے جا کر اپنے گھر میں بھی مجھے ہی بسائے اوروں کے سپنے، سپنے ہی رہنے دے۔"

"یہ پیغام میں ان تک ضرور پہنچا دوں گی۔ ابا جی نے ویسے اب تک جبران بھائی سے بات تو کر لی ہو گی۔ ہاں یا ناں کا فیصلہ ہو ہی چکا ہو گا اب ایسے میں تمہارا دھمکی بھرا خط بنتا ہے۔ اچھا ہے نہ اگر وہ ہاں کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ تو سوچوں میں تمہاری دھمکی کا پریشر بھی گھلنا چاہیئے کیا خیال ہے کتنا ڈریں گیں تمہاری اس گیدڑ بھبھکی سے۔" وہ فریا نے طنز کا تیر چلایا تو وہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔

"میں ایک سو سولہ نفل پڑھوں گی۔ بس ایک بار تمہارا بھائی میرے عشق میں گرفتار ہو کر شادی کے لیے ہاں کر دے۔" زینی نے خدا کے سامنے منت مان کر اپنی فریاد رسی کی اسکے نفلوں کی تعداد سن کر ہی فریا کو چکر آئے۔ جواب میں کچھ کہتی ہی مگر اسی پل کچن میں غلام محی الدین کی آمد ہوئی۔

"ایک گلاس پانی ملے گا۔" وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئیں تو اس نے وہاں آمد کی وجہ بیان کی زینی نے شیشے کے گلاس میں پانی ڈال کر اسے تھمایا تو خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

"مجھے کیوں لگتا ہے کہ یہ خاص تمہارے دیدار کے لیے یہاں آیا تھا۔ ورنہ تم جانتی نہیں ہو ہمارے ہاں مرد کچن میں بنا کسی خاص بات کے جھانکتے تک نہیں ہیں۔ دور ہی سے بیٹھ کر جو چاہیئے ہو اسکی ہانک لگا دیتے ہیں۔" زینی نے پتے کی بات کی ویسے بھی اب غلام محی الدین کے بارے میں کچھ بھی ڈھکہ چھپا تو رہا ہی نہیں تھا۔ وہ خود ہی سب کچھ بیان کر گیا تھا۔

"ہک ہا دل بے چین کو ہر ہر رومینٹک بات پر ہٹلر کی یاد کیوں ستانے لگتی ہی۔" ساتھ ہی دل پر ہاتھ رکھ کر دکھی روح بن کر اپنی حالت زار پر بھی افسوس کر ڈالا۔

"چھوڑو یہ سب کچھ میں چلتی ہوں اب دیر ہو رہی ہے مجھے۔" فریا دوپٹہ سر پر جماتے ہوئے جانے کے لیے تیار ہوئی۔

"اے لو بنو رانی تم کہاں چلدیں ہائے میں کیا کروں گی پیچھے اکیلی تمہارے جاتے ہی میری ہنڈیا کا ڈھکن تو دم لگنے سے پہلے ہی کھل جائے گا۔" زینی پریشان ہو گئی فریا کے جاتے ہی زینی کے زینی ہونے کی خبر غلام محی الدین پر کھل جانے کا سو فیصد امکان تھا۔

"اب کیا کروں کب تک رک سکتی ہوں آخر شام ہو رہی ہے۔ گھر تو جانا ہی ہے۔ ویسے بھی میری مانو تو سب کچھ سچ سچ بتا دو جا

کر اپنے کزن کو اب وہ ہی تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ اگر اسے یہ بات کسی اور کے ذریعے پتہ چلی تو تم پر تو بھروسہ پھر وہ کبھی کر کے نہیں دے گا لکھوا کر رکھ لو۔" فریا اسے نادر مشورے سے نواز کر اسکا شانہ تھپتھپاتی یہ جاوہ جا ہوئی۔ زینی کتنی ہی دیر کھڑی وہاں اس بارے میں سوچتی رہی تھی۔ پھر دونوں ہاتھ دعا کر طرح یکجا کر کے پھیلائے خدا بھرپور مدد کی اپیل بڑی شدت سے کی آمین کہہ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ گہرا سانس لے کر خود کو ریلکس کرنے کے بعد اس نے ڈرائنگ روم کا رخ کیا جہاں وہ بیٹھا دیکھائی دے رہا تھا۔ بے جی اور پھپھی اماں بیٹھی سارے گاؤں کے دکھڑے پھپھولنے میں مصروف تھیں۔ اس لیے انکی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھانے کا یہ ہی وقت مناسب لگا تھا۔

"مجھے آپ سے نہایت اہم بات کرنی ہے۔ میں فریا نہیں زینی ہوں۔ وہ جسے آپ اپنے جیون ساتھی کے روپ میں پسند کر چکے ہیں۔ وہ دراصل میری دوست فریا تھی۔" وہ ریموٹ ہاتھ میں پکڑے چینل سرچنگ میں بزی تھا۔ زینی نے جاتے ہی دھاکہ کیا چٹاخ کر کے سچائی گویا اس کے منہ پر دے ماری تھی۔ وہ اکڑوں ریلکس سا ٹانگیں پھیلائے صوفے پر بیٹھا تھا۔ زینی کا سچ اسکے لیے دو سو والٹ کا کرنٹ ہی ثابت ہوا تھا۔ ریموٹ ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر کر ٹکڑوں میں جابجا پھیل گیا جبکہ خود وہ سیدھا اٹھ کھڑا ہوا۔ چہرے پر کئی رنگ آجارہے تھے۔ گویا کہنے کے لیے الفاظ ترتیب دے رہا ہو۔

زینی مٹھیاں بھینچے اسکی متوقع لعنت ملامت سننے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہی تھی۔

"دیکھو مجھے تم سے ہمدردی ہے مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا میں نے وہ لڑکی پسند کر لی ہے اور جٹ اب اپنی زبان سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ ترس کھا کے میں تم سے شادی کر لوں تب بھی میرے دل میں وہ ہی بسی ہے۔ اب تمہاری زندگی کیوں خراب کروں میں۔ سوچو کچھ غلط کہا میں نے، بس تم مجھے معاف کر دو تم نے بھی کیا کیا خواب سجائے ہوں گیں مجھ جیسے گھبرو جوان سے شادی کر کے ٹور بن جانی تھی۔ پورے پنڈ میں تمہاری۔ پر اپنی اپنی قسمت کی بات ہے کیا کر سکتے ہیں۔" (لو یہ کیا؟) یہ جناب تو کچھ اور ہی فرمارہے تھے اسکا غیر متوقع جواب سن کر خفیف سا ہو کر زینی نے نظریں جھکائیں۔ مگر پھر فوراً ہی دماغ کی بتی روشن ہوئی بھرپور دکھیاری بیچاری کے تاثرات شکل پر سجا اپنی اداکاری کے جوہر دکھانے لگی۔

"جی بس ٹھیک کہا آپ نے دینو بھیا اب تو آپ میرے دولہے بھائی بن گئے ہیں۔ تقدیر کے ساتھ کون لڑ سکتا ہے۔ آپ بس میری فکر مت کریں میں اپنی دوست کے لیے قربانی دے سکتی ہوں۔ آپ نے بس اب اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹنا اپنی محبت کی جنگ میں نصرت سے ہمکنار ہو کر شہر میں اپنی جرات کے جھنڈے گاڑھ کر ہی لوٹنا ہے۔" زینی جوش و ولولے میں گھری بولی تو غلام محی الدین نے ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھی۔

"باقی سب تو میں سمجھ گیا مگر یہ نصرت کون ہیں ان سے تو تعارف نہیں ہوا میرا۔"

"لو جی کر لو بات۔" زینی نے ہاتھ ماتھے پر مار کر اپنی نادانستگی کا اظہار کیا۔ جبر ان کی صحبت میں رہ رہ کر چار لفظ جو سیکھے تھے۔ خالص اردو ادب کے ان سے بھی غلام محی الدین نابلد ہی تھا۔ اسے اپنے ساتھ ساتھ اسکی محبت بھی خطرے میں دکھائی دی۔ یہ اردو ادب ان کی زندگی کا امتحان بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہاہاہا الو بنا دیا میں نے تمہارے دینو میاں کو۔" بڑا چہک کر فون پر زینی نے فریا کو بتایا۔

"شرم کرو کسی کی سادہ لوحی اور خلوص کا مذاق اڑا رہی ہو۔" فریا نے ٹوکا۔

"ہی ہی ہی اتنا سادہ لوح لگ رہا ہے۔ تو ہاں کیوں نہیں کر دیتی شادی کے لیے۔ ویسے بھی کتابی کیڑا بن کر زندگی گزارنے سے تو بہت بہتر ہے تم گاؤں میں کیڑے مکوڑے مار کر زندگی گزار لو کم از کم آزاد تو رہو گی۔" زینی پھر اسی موضوع کی طرف آئی جس سے فریا کب سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اتنا آسان کام نہیں ہے۔ شکل دیکھ کر میں کسی سے بھی شادی کرنے والی نہیں ہوں۔ انسان کو جاننے پرکھنے کے لیے تھوڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ ویسے بھی بھائی جان اور بابا کی مرضی کے بنا کچھ بھی ممکن نہیں۔"

"مائی ڈیئر ایسا تم سوچتی ہو تمہارے دینو میاں تو تمہاری ایک ادا پر ایسے مر مٹے کے بس۔ شکل پر ہی اکتفا کیے ہوئے بنا تمہیں جاننے پرکھنے کی تمنا کیے بغیر باہر بیٹھے بے جی اور پھپھی اماں سے پسند کی شادی کے حقوق طلب کرنے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ پھپھی اماں ایک ہی بات پر بضد ہیں کہ وہ میرا دل دکھا کر کسی اور کو بہو نہیں بنا سکتیں۔ بے جی خفگی بھری گھوریاں ڈال رہی ہیں اسے اب ان کی بمشکل ہی تو مجھ سے جان خلاصی ہونے والی تھی۔ مگر ہونہار لائق فائق نواسے نے سارے ارمانوں پر گنگا بہا دی۔" کہہ کر وہ ایک بار پھر کھلکھلائی۔ اتنا سب کچھ سن کر ہی فریا کو چکر آنے لگے تھے۔

"ابا جی نے تو صاف کہہ دیا ہے۔ وہ اپنی لاڈوں پلی صاحبزادی کو کسی طریقے بھی زبردستی کسی کے سر پر مسلط کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔ اور تو اور میں نے بھی معصوم سی شکل بنا کر تمہارے حق میں ووٹ ڈال دیا ہے۔ دیکھنا صبح تک سب سوچیں گیں بے جی خود ہی پھپھی اماں سے کہہ دیں گیں بی بی اب زینی کا نام نہ لو ہی ہی ہی۔" اسکی بتیسی اندر جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ فریا کے ہاتھ پاؤں ہی تو پھول رہے تھے اگر جو واقعی بات آگے بڑھی اور وہ رشتہ لے کر آ گئے اور اور کسی نے اس سے اسکی رضامندی دریافت کر لی تو کیا جواب ہو گا اسکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

غلام محی الدین اپنے حقوق کی جنگ میں کامرانی حاصل کرنے میں کامیاب رہا تھا۔ تھوڑا بہت موڈ خراب کرنے کے بعد

واقعی نواسے کی محبت میں چور ہو کر بے.جی نے پھپھی اماں کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ زینی کو بھول کر بنا چوں چراں کیے فریا کا ہاتھ مانگنے جائیں آخر کو فریا بھی ان کی پوتی ہی جیسی تھی انہیں کافی عزیز تھی اس لیے اس رشتے پر بے.جی کو اب کوئی اعتراض باقی دکھائی نہیں دیا تھا۔

"بی بی خدا کا شکر ہی کر وابھی تم زینی نامی افلاطون کو جانتی نہیں ہو صدا کی کام چور، منہ پھٹ اور نکمی لڑکی ہے۔ فریا تو ہیرا ہے ہیرا قسمت کھل گئی تمہاری بڑھاپہ چین سے گزارنا چاہتی ہو تو یہ رشتہ ہاتھ سے جانے مت دینا۔ ایسی بھولی بھالی لڑکی ہے گھر داری کی ماہر بااخلاق باتمیز۔" بلاآخر بے.جی نے پوتی کے بارے میں کڑوی حقیقت سے پروین بیگم کو آگاہ کر ہی دیا تھا۔ فریا کی تعریف کے لیے میری برائی کرنا ضروری نہیں تھا۔ ویسے پاس سے گزرتی زینی کے کان میں آواز پہنچی تو جھٹ اپنی موجودگی کا احساس دلانے آ پہنچی۔

"اچھا بکواس مت کر زیادہ جتی کھائے گی جا، جا کر مٹھائی منگوا اپنے پیو سے خیر سے آج ہی جائیں گیں ہم رشتہ لینے۔" بے.جی کی زبردست لتاڑ پر وہ منہ بسورتی باہر نکل گئی اور پھر شام کو بے.جی ابا.جی اور پھپھی اماں تینوں ہی فریا کے گھر موجود تھے۔ چائے کے لوازمات سے میز سجا ہوا تھا۔ کمرے میں بیٹھی فریا جب سے ان سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے آئی تھی۔ ساکت بیٹھی تھی۔ سنعیہ ہی تھی جو میزبانی کی آداب بھرپور طریقے سے نبھا رہی تھی۔ اپنی آمد کی وجہ جونہی بے.جی نے بیان کی کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔

"آپ دیکھ بھال کر اچھی طرح چھان پٹخ کر سکتے ہیں۔ لڑکا بڑا ہی سلجھا ہوا ہے جہاں تک خاندان کی بات ہے تو ہم اور ہمارے طور طریقوں سے تو آپ واقف ہیں ہی۔ بڑی اچھی دوستی ہے آپ سے لڑکے کی اپنی حویلی ہے گاؤں میں دو مربع زمین بھی ہے۔ ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہے۔ باپ بیچارہ فالج کے بعد چل بسا تھا۔ اس لیے سب کچھ غلام محی الدین کو ہی سنبھالنا پڑا اس کے باوجود اس نے اپنا ایم۔ اے مکمل کیا اور اب تو ماشاللہ سے ٹریکٹر کا شوروم بھی کھول لیا ہے۔" ابا.جی نے ساری تفصیلات سے انہیں آگاہ کیا تو جبران اور احمد صاحب سوچ میں پڑے۔

"دیکھیں سچ بات تو یہ ہے۔ ہم یہاں زینی کی بات کرنے آئے تھے۔" پروین بیگم کی بات پر جبران کے ہاتھ میں موجود چائے کا کپ لرزا تھا۔ مگر پھر فوراً ہی وہ اپنے تاثرات پر قابو پا گیا مگر یہ ہی وہ لمحہ تھا جب سنعیہ نے بے اختیار اسکی طرف دیکھا تھا۔ سنعیہ کے ذرخیز دماغ نے فوراً ہی ساری بات سمجھ لی تھی مگر فی الحال اسکی توجہ وہاں ہونے والی گفتگو کی جانب مرکوز تھی۔ "مگر پھر میرے بیٹے نے آپکی بچی کو دیکھا اور اپنی پسند سے ہمیں آگاہ کر دیا۔ ہم گاؤں میں رہنے والے روایتی لوگ ضرور ہیں مگر تنگ نظر ہر گز نہیں یہ ہی وجہ ہے کے خوشی سے فریا بیٹی کا ہاتھ مانگنے یہاں آموجود ہوئے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے ہاں یا نہ کرنے سے قبل ایک مرتبہ ہمارے گاؤں آیئے اچھے سے ہمارا رہن سہن دیکھ کر ہی کوئی فیصلہ کیجیے گا۔ ہم یہاں زیادہ دن رک نہیں سکتے مگر پھر بھی

پرسوں تک آپکے جواب کا انتظار کریں گے۔ امید ہے آپ کا جواب سن کر ہمیں خوشی ہو گی۔" انہیں سوچنے کا وقت دے کر وہ لوگ وہاں سے چلے آئے تھے۔

"بابا آپکا کیا خیال ہے۔" جبران احمد نے اب فرصت سے اس بارے میں بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ سنعیہ جو برتن سمیٹ کر جانے والی تھی وہیں ڈرائنگ روم کے دروازے میں ٹھہر کر سننے لگی۔

"بیٹیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔ ویسے بھی طبیعت اب ناساز رہتی ہے بس میں یہ ہی چاہتا ہوں کم از کم تمہارا اور فریا کر گھر بسا دیکھ لوں۔ میرے خیال سے پہلے لڑکے سے مل لیتے ہیں بات اگر دل کو لگی تو پھر فریا سے بھی اجازت طلب کر لیں گے۔ سب اگر ٹھیک رہا تو مجھے فریا کی شادی کر دینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ تعلیم تو شادی کے بعد بھی جاری رکھی جا سکتی ہے۔ علم حاصل کرنے کے لیے وقت، جگہ، ماحول اور عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی۔" وہ تو گویا سب کچھ سوچ بیٹھے تھے۔ جبران باپ کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اے جندڑی ساری ساری تیرے توں واری واری
میں تینوں اے ہو کینا تیرے تو وکھ نئیں رہنا"

زینی اپنے گھر کی چھت پر چوکڑی جمائے لان میں بیٹھے ڈوبتے سورج کے نظارے لیتے جبران کو دیکھ دیکھ انتہائی دکھے دل کے ساتھ خود کو کسی پنجابی فلم کی ہیروئین تصور کرتی گیت گنگنا رہی تھی۔

"یہ اسی وجہ سے تمہاری دال نہیں گلتی کس طرح کے واحیات گانے گاتی ہو تم وہ بھی جبران بھائی کے ہجر میں۔ مطلب ان کی محبت میں اپنا سٹینڈرڈ تھوڑا ہائی کر لو تو کیا مضائقہ ہے۔" فریا اسی پل سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی آئی تھی اور آتے ہی اسے ٹوکا۔

"میں جیسی ہوں ویسی ہی رہوں گی۔ کسی کی خاطر میں اپنا آپ نہیں بدلنے والی نہیں پسند تمہارے بھائی کو ایسے گانے تو کوئی بات نہیں ایسی بیوی لے آئے جو مریل غزلوں کی گائیکی پر مہارت رکھتی ہو" زینی تو پتہ نہیں کتنی بھری بیٹھی تھی۔ فریا کے ایک ہی وار پر پھٹ پڑی۔

"ہیں تمہیں کیا ہوا۔" فریا کو تشویش ہوئی۔

"مجھے کیوں کچھ ہونے لگا۔ تم بتاؤ اچانک آمد کیا ہو گئی دروازے پر تو تمہارا بھائی پہرہ لگائے بیٹھا تھا پھر مجھ سے ملنے کیسے آنے دیا اس نے تمہیں۔" وہ چارپائی پر بیٹھی تھی اٹھ کر یونہی ٹہلنے لگی فریا بھی اس کے ہمراہ تھی۔

"خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں بھائی جان کو کبھی بھی میرے تم سے ملنے پر اعتراض نہیں ہوا ویسے بھی دو دن سے تم آئی نہیں

گھر۔ سو انہیں اچھے سے پتہ تھا تم سے ملے بنا میرا گزارہ کہاں ہونے والا ہے۔ ویسے میں تمہاری پسند کی چاکلیٹس بھی لائی ہوں جبران بھائی لائے تھے کل اب ان پر تمہارا حق بھی تو بنتا ہے اس لیے دینے چلی آئی۔ ویسے ایک اور بھی وجہ ہے میرے یہاں آنے کی۔" آخر میں خاموش ہو کر فریا نے سسپنس پھیلانا چاہا۔

"اچھا وہ کیا۔" زینی خاصی بے دلی سے پوچھا۔

"بابا نے کل رات ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے آپ سب کو۔ اسی لیے میں آئی تھی بے جی سے ملاقات ہو چکی ہے نیچے۔ اور انہیں پیغام دے چکی ہوں میں جانے سے قبل سوچا تمہارے دیدار بھی کر لیا جائے بس اب قرینے سے تیار ہو کر آنا۔" جاتے جاتے فریا نے تاکید کی تھی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی خود اپنے مستقبل کے سسرالیوں کو رشتہ مانگنے کے لیے انوائیٹ کرنے آ گئیں تم۔ کل تک تو شادی کا ارادہ ہی نہیں تھا تمہارا۔" زینی نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے جتایا۔

"تو ارادہ بدلنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔" فریا نے تو ایک ہی دن میں آنکھیں بدل لی تھیں ڈھٹائی سے بولی۔

"بہت خوب۔" زینی نے بس اتنا ہی کہا۔ وہ چلی گئ تو الماری سے جبران کے پسندیدہ گرے کلر کا ریشمی لباس نکال لائی۔ جس پر ہلکی کڑھائی کے ساتھ سفید نگینے جڑے تھے۔ بڑی دل جمعئی سے لباس استری کیا تھا۔

مگر چہرہ پھر بھی اترا اترا جانے اس کے دل کے پھول کب کھلنے والے تھے۔

غلام محی الدین اکیلا ہی پورا شہر گھومتا گھامتا پھر رہا تھا۔ کچھ اس کے دوست بھی یہیں رہائش پذیر تھے۔ سو اسکو ان کا ساتھ بھی میسر تھا۔ فریا پریکٹیکل بنانا بھول بھال کر مستقبل کے سہانے خواب سجانے میں مصروف تھی۔ اور ایک طرف تھا جبران احمد۔ سٹڈی میں معمول کی طرح موٹی سی کتاب کھولے بیٹھا تھا۔ مگر آج کچھ الگ تھا۔ کتاب میں لفظ نہیں کوئی جانا پہچانا سا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ تھک ہار کر کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھی چشمہ اتار کر ہاتھ میں پکڑا اور راکنگ چئیر کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موندلیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے روز رات کے وقت سب لوگ فریا کے گھر ڈنر پر موجود تھے۔ غلام محی الدین سے تفصیلی ملاقات کا شرف سب کو حاصل ہو چکا تھا۔ سنعیہ اور بابا کو پسند آ گیا۔

"دینو لکھوالو مگر یہ خلیل ہیکل کی شکل پر سنجیدگی کا گہرا کالا سایہ کیوں چھایا ہے۔" کچن کے دروازے میں کھڑی زینی نے لاونج میں موجودہ صورت حال پر روشنی ڈالی۔

"کیوں ٹینشن دے کر بی پی ہائی کر رہی ہو میرا۔" فریا گھبرائی۔

"لو میں خاک ٹینشن دوں گی اصل پریشانی میں نہیں، پریشانیوں کی جڑ تو تمہارا بھائی ہے۔" وہ برا مان گئی۔

"حد ہے۔ کتنا فضول بولتی ہو تم ایک جبران بھائی ہیں صدا کے معصوم کم گو۔"

"یہ بھی خوب کہی معصوم نہیں میسنہ کہو میسنہ۔ جو کچھ بھی شکل پر ظاہر نہیں ہونے دیتا میسنے پن کی انتہا پر لائف ٹائم اچیومینٹ ایوارڈ ملنا چاہیئے تمہارے بھائی کو۔"

"ویسے زینی باجی شادی کے بعد بھی آپ اپنے بچوں کے ساتھ یہ ہی سلوک کریں گیں۔ بھائی کے ہر قصور کا غبار بیچارے ان کے معصوم بچوں پر نکالیں گیں تمہارا باپ یہ تمہارا باپ وہ۔ گو یا بیچاروں کے ساتھ برا ہو گا۔"

"ہائے اللہ توبہ کسی باتیں کر رہی ہو عمر دیکھو اپنی۔" بلا کی بولڈ زینی سچ مچ شرما گئی۔

"لو بھلا عمر دیکھوں یا پھر جبران بھائی کی آنکھوں میں جھلملاتا آپکا عکس۔" سنعیہ نے ماتھے پر آئی لٹ کو انگلی پر لپیٹ کر اک ادا سے کہا۔

"ہائے سچی۔" زینی کو تو یقین ہی نہیں ہوا تھا۔ سیلڈ بنا کر فارغ ہوئی، فریا ضرور چونکی۔

"لو سچی میں نے خود دیکھا جب فریا آپی کی ساسوماں نے بتایا کہ وہ پہلے زینی آپی کا رشتہ لینا چاہ رہی تھیں اپنے ہونہار سپوت کے لیے تو جبران بھائی کے ہاتھ میں موجود چائے کا کپ لرزا تو لرزا مگر شکل پر جو رنگ آکر گزرا وہ ایک سو ایک فیصد محبت کا رنگ تھا۔ کیفیت ایسی جیسے محبوب کے چھن جانے کا خطرہ تڑپ بن کر سینے میں اترا ہو۔ اور تو اور بابا نے زینی آپی کا نام لے کر جب رشتے کی بات کی بھائی جان سے انہوں نے انکار بھی نہیں کیا جیسا کے ہمیں لگا تھا۔ سوچنے کے لیے وقت مانگا تھا۔ اور میرے خیال سے خاصہ وقت ہو ہی چکا ہے اب۔" سنعیہ نے ساری رپورٹ زینی کو پیش کر دی۔ وہ تو انکشافات کی ذد میں ایسی آئی چکرا کر گرنے ہی لگی تھی کہ کسی کام سے وہاں آئے جبران احمد نے بروقت بازوں سے تھام لیا وہ آنکھوں پر ہمہ وقت نظر کا سفید چشمہ لگائے رکھتا تھا جو اسے خوب جچتا بھی تھا۔ مگر اسکے باوجود اس کی آنکھوں سے چھلکتی زینی کے لیے فکر زینی کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو کیا ہوا تمہیں۔" اسے سہارا دے کر کھڑا کرتے ہوئے جبران احمد نے اسکی خیریت مطلوب کی تھی۔ آج تو زینی کا جی چاہا وہ بھنگڑا ڈالے مگر فی الحال دانتوں کو جبڑے میں بند رکھنا از حد ضروری تھا۔ اس لیے بڑی کی سادگی سے جی ہاں کہہ کر ایک سائیڈ پر ہو گئی وہ کھانہ تیار دیکھ کر انہیں کھانہ میز پر لگانے کا حکم دے کر چلا گیا تھا۔ جبکہ زینی فریا اور سنعیہ تینوں نے کچن کا دروازہ بند کر کے سچ مچ لڈیاں ڈالی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

غلام محی الدین اور پھپھو پروین ایک ہفتہ ہوا گاؤں واپس جا چکے تھے۔ اس دن غلام محی الدین سے فریا کے گھر والوں کی

نشست بہت اچھی رہی تھی۔ انکار کا خوف ٹل گیا تھا۔ مگر اقرار ابھی تک موصول نہیں ہوا تھا۔ البتہ جبران احمد نے گاؤں جا کر وہاں کا ماحول دیکھنے کا پروگرام ضرور ترتیب دے لیا تھا۔

"وہاں رہنا فریا نے ہے اس لیے کیا ہی اچھا ہو اگر وہ خود پہلے وہاں جا کر خود اچھی طرح ماحول کا جائزہ لے لے۔ تب ہی تو وہ کوئی فیصلہ کر پائے گی آیا وہ وہاں ایڈجسٹ ہو سکتی ہے یا نہیں۔" اس رات ہی زینی نے سب کے بیچ فرمائش کی تھی جس پر خوش قسمتی سے کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ یوں جبران احمد، فریا، سنعیہ اور زینی کا دو دن کا گاؤں کا ٹور کرنا طے پایا تھا۔ فریا کے والد صاحب یہ ذمہ داری جبران پر ڈال کر فارغ ہو گئے تھے۔ اور اب جب زینی ساتھ جا رہی تھی تو اکیلا گھر چھوڑ کر بے جی نہیں جا سکتی تھیں۔ ابا جی بھی کاروباری مسائل میں الجھے جانے سے معذرت کر چکے تھے۔ بے جی کی نظر میں بھی یہ ہی بہتر تھا کہ بچے خود ہی فیصلہ کریں بنا کسی دباؤ کے یوں انہیں آزادی سے گاؤں میں وقت گزار کر ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے کا موقع بھی مل جاتا۔ جانے کے لیئے ہفتے کا دن طے پایا تھا سو انکی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ انکا گاؤں شہر سے تین گھنٹے کی دوری پر واقع تھا۔ موسم خوشگوار تھا۔ نہ زیادہ سردی نہ زیادہ گرمی درمیانہ سا درجہ حرارت یوں بھی اکتوبر کے آخری دن چل رہے تھے۔ آگے بس ٹھنڈ کا آغاز ہی ہوا چاہتا تھا۔

صبح نو بجے انہوں نے رختِ سفر باندھا تھا۔ ڈرائیونگ جبران ہی کر رہا تھا فرنٹ سیٹ پر سنعیہ جبکہ پچھلی نشستوں پر فریا اور زینی پیر پسار پڑی تھیں۔ گھر جیسا ہی ماحول بنائے ہوئے تھیں گاڑی میں بالکل سناٹا تھا۔ میوزک لگانے کی فرمائش سے زینی توبہ کر چکی تھی۔ فریا سے باتیں کرنا بھی زرا مشکل تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی اسکی کوئی بھی مزید گوہر افشانی جبران احمد کے کانوں تک پہنچے۔ پہلے ہی وہ اسے احمق سمجھتا تھا۔ سوچ کر اسکا دل دُکھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کر چکنے کے بعد زینی کو بھوک لگنے لگی مگر جبران احمد گھر سے نکلا تو یوں تھا گویا بندوق سے گولی۔ مزید آدھ گھنٹے کے بعد اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"پلیز کہیں بھی گاڑی روکیے مجھے سخت بھوک لگ رہی۔"

"لیکن ابھی گھر سے نکلتے وقت ہی تو ناشتہ کیا تھا۔" جبران احمد نے یونہی کہا۔

"یہ وجہ میں اپنے پیٹ کو سنا چکی مگر اس کے پاس نہ سننے کے لیے کان ہیں نہ سمجھنے کے لیے دماغ وہ بھنا گئی۔ (کنجوس کہیں کا)" وہ دل ہی دل میں کڑھی۔ جبران زینی سے بحث کم و بیش ہی مول لیتا تھا۔ سو راستے میں آنے والے اگلے ڈھابے پر گاڑی روک دی۔ زینی کسمساتی انگڑائی لے کر جونہی گاڑی سے اتری جبران بھی باہر نکل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم کہاں۔؟" نہایت بھول پن سے سوال ہوا۔

"کھانا کھانے۔" وہ اچھنبے میں پڑی لو بھلا یہ کیا پوچھ رہا تھا وہ۔ جبران نے ایک نظر وہاں موجود طرح طرح کے مردوں پر نظر دوڑائی کہیں بھی کسی عورت کا کوئی وجود بھولے سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مردوں کی بھیڑ سی بھیڑ تھی۔

"اندر بیٹھو کوئی ضرورت نہیں باہر آنے کی۔" حکم دیتا وہ آگے ڈھابے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ کھولتی ہوئی پیر پٹخ کر واپس اندر بیٹھ گئی ٹھک سے گاڑی کا دروازہ بند ہوا تو نیند کی وادی میں غوطہ زن سنعیہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔

"کیا ہوا۔؟" خود کو ویرانی سڑک پر پا کر بدحواسی میں پوچھ بیٹھی۔

"جبران بھائی کے ہاتھوں زینی کی جھاڑ۔" مزے سے اپنی جگہ پر بیٹھی فریا نے اطلاع دی۔ سنعیہ اب پوری طرح سے جاگ کر ہوش میں آچکی تھی۔ سوبر اسا منہ بنا کر خاموش ہوگئی تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ آیا۔ ڈسپوزیبل ڈبوں میں پیک کھانا حاضر تھا۔

"ایسی جگہ سے کچھ بھی کھانا اپنی صحت پر خود ظلم ڈھانے کے مترادف ہے۔ بھوک کی اتنی کچی ہو تو گھر سے کھانا پیک کروا کر لے آنا چاہیئے تھا۔ اندر ماحول میں کسقدر غلاظت تھی ملاحظہ فرمالیتی تو ابکائیاں آنے لگتیں۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے جبران نے حسب عادت اسے صلاح دی۔ مگر وہ کان لپیٹے ڈھیٹ بنی دال اور نان کا لطف اٹھاتی رہی تھی۔ جبران احمد نے ونڈو اسکرین مرر میں ایک نظر اس پر ڈالی اور افسوس سے سر ہلا دیا۔ دوپہر ہونے تک وہ گاؤں پہنچ چکے تھے۔ بڑا پر تپاک استقبال ہوا تھا۔ کولڈ رنکس، اور لسی سے انکی تواضع کی گئی تھی۔ فریا اب تک دو بڑے گلاس لسی کے غٹک چکی تھی۔ ٹھنڈا ٹھار مشروب پی کر وہ تر و تازہ ہوگئی تھی۔ جبکہ زینی کولڈ رنک سے لطف اندوز ہوتی رہی جبران اور سنعیہ کا انتخاب بھی گاؤں کی خالص سوغات لسی ہی تھی۔ کھانا کافی دیر بعد چنا گیا تو سب ڈائننگ ٹیبل پر آموجود ہوئے۔ گھر میں نوکروں کی خاصی ریل پیل تھی۔ کھانا کھانے کے دوران اسے اندازہ ہوا سب ہی نے انکی چوہدراہٹ کے ٹھاٹھ بخوبی مہاحظہ لیے تھے۔ غلام محی الدین بڑا مودب سا بیٹھا رہا تھا جبران کی موجودگی کا خیال کر کے ایک بار بھی نگاہ بھر کر فریا پر نہیں ڈالی تھی۔ جبکہ ایک فریا تھی کئی بار اسے نظر بچا کر دیکھ چکی تھی۔ کھانہ بڑا ہر بے تکلف تھا۔ چکن فرائیڈ رائس، قورمہ، چکن جلفریزی اور باربی کیو سے پیٹ بھر کر زینی خود کو تر و تازہ محسوس کر رہی تھی۔ کھانے کے بعد غلام محی الدین جبران احمد کو ہمراہ لیے بیٹھک میں چلا گیا تھا جبکہ وہ تینوں پروین پھپھو کی سب سے خاص ملازمہ رضیہ کے ساتھ گھر دیکھنے لگی تھیں۔ وسیع و عریض کچے آنگن جس میں بڑی شاندار کاٹ چھانٹ کر خوبصرتی کے لیے گھاس اگائی گئی تھی۔ بالکل لان کا منظر پیش کر رہی تھی۔ ایک طرف بڑا ڈیوڑھی تھی۔ جہاں غلام محی الدین کی پجارو کے ساتھ ہی جبران احمد کی گاڑی کھڑی تھی۔ کچا احاطہ عبور کر چکنے کے بعد پکی سرخ اینٹوں سے بنا بڑا سا برآمدہ تھا۔ جہاں کئی طرح کے صوفے رکھے گئے تھے۔ برآمدے سے منسلک 5 کمرے تھے۔ جب میں سے ایک ڈرائنگ روم تھا۔ پروین بیگم کا کمرہ، گیسٹ روم، کچن دیکھ چکنے کے بعد سب سے آخر میں وہ غلام محی الدین کے کمرے میں آئی تھیں۔ شہر کے کمروں نسبت وہ کئی گنا بڑا اور کشادہ تھا جہازی سائز کا پلنگ کمرے کو بڑی شاہانہ سی لک دے رہا تھا۔ حویلی نما گھر دیکھ کر فریا اور سنعیہ متاثر ہوئیں تھیں اتنا ہوادار اور کشادہ گھر اتنی تفصیل سے وہ پہلی بار دیکھ رہی تھیں۔ کچھ مالکانہ استحقاق ابھی سے محسوس کر کے فریا کو وہ گھر اور بھی عزیز ہو رہا تھا۔ دائیں طرف بنی سیڑھیوں سے وہ اوپر آئیں تو

چٹیل میدان جیسی پکی ماربل لگی چھت پر شام اتر آئی تھی ہوائیں زور پکڑنے لگی تھیں۔ آسمان پر کالے بادل ٹکڑیوں میں بٹ کر مینہ برسانے کو تیار ہو چکے تھے۔ جبران اور غلام محی الدین کو گھر کے پچھلی طرف بنی بیٹھک سے نکل کر گاڑی میں سوار ہو کر کہیں جاتے ہوئے دیکھ کر فریا بھی گاؤں کی سیر کو مچلی۔ یوں بھی ان کے پاس بس دو ہی دن تھے پرسوں انکی روانگی تھی۔ وہ ایک بھی پل ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"رضیہ یہاں آس پاس کوئی ندی ہے۔" فریا نے اشتیاق سے پوچھا۔

"جی بھابھی ملکوں کے ڈیرے سے دس منٹ کے فاصلے پر پکی نہر ہے جی۔" اس نے جھٹ ایڈریس بتایا۔

"کیا ہم وہاں جاسکتے ہیں۔" فریا کی تو دیرینہ خواہش تھی ندی کے کنارے وقت گزارنے کی۔

"کیوں نہیں ضرور جاسکتے ہیں۔"

"رضیہ تم چلو ہمارے ساتھ ہم بھی تھوڑی سیر کر آئیں۔" زینی کا بھی موڈ بن گیا۔ سنعیہ کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ سو پروین بیگم سے اجازت طلب کر کے وہ باہر نکل آئیں جاتے ہوئے راستے میں قبرستان آتا تھا۔ وہاں بنے چھوٹے سے مزار کو دیکھ کر زینی نے بچپن کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے دماغ پر زور ڈالا۔

"رضیہ یہ پیر شیر شاہ کا مزار ہے نہ۔" زینی نے تصدیق چاہی۔

"ہانجی باجی بڑے ولی تھے اللہ کے بڑی کرنی والے ہیں۔ لوگ دور دور کے گاؤں سے آکر یہاں حاضری دیتے ہیں۔" رضیہ چہرے پر عقیدت کے آثار لیے تفصیل بتانے لگی۔

"چلو پہلے درگاہ پر حاضری دیتے ہیں۔" کہہ کر زینی نے رخ قبرستان کی جانب کر لیا۔ درگاہ پر جاکر سب سے پہلے اس نے کچی مٹی کا گرا پڑا پیالہ اٹھایا اور پانی بھر کر وہیں قبر کے سرہانے پر پیاسے پرندوں کی پیاس بجھانے کے لیے رکھ دیا۔ چاروں نے بیک وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔ اب کی دعا مکمل ہوئی سلام پھیر کر یہاں وہاں نظر دوڑانے لگیں شہر خاموشاں کا ہولناک سناٹا محسوس کر کے فریا کی طبعیت بے چین ہونے لگی۔ جبکہ سنعیہ کے چہرے پر بھی رنج و غم کے آثار تھے۔ وہ تھی کہ گالوں پر بہتے آنسوؤں سے بے پرواہ زیر لب جبران احمد کو خدا سے مانگ رہی تھی۔ اسکے ولی، نیک بندوں، پیغمبروں، رسولوں اور آقا دو جہاں سرکار دو عالم کا واسطہ دے کر زینی نے آنسو پونچھ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا جو نہی آنکھیں کھولیں سامنے جبران احمد کو کھڑا پایا وہ چکرا کر رہ گئی۔ وہ تو خدا سے مانگ کر ابھی فارغ بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ اسکی جھولی میں آگرا تھا اسے یقین تھا اب کہ جو وہ اسکے سامنے آیا تھا تو اسی کا ہونے آیا تھا۔ خدا کے محبوب کے واسطے کی تاثیر ایسی ہی تھی نا ممکن کو ایک کن کے اشارے سے ممکن بنا دینے والے۔

"آپ یہاں کیسے۔" اس نے پوچھا۔

"جبران بھائی تمہاری والدہ یعنی ممانی کی قبر پر فاتحہ پڑھنے آئے تھے۔" اسکی پشت سے نمودار ہوتے غلام محی الدین نے جواب دیا تھا۔ زینی کا دل دھک سے رہ گیا۔ کیا تھا وہ انسان اسکی مجھ سے بالاتر وہ خود اپنی ماں کی قبر پر جانے کی ہمت کبھی نہیں کر پائی تھی۔ ایک وہ تھا کیا وہ سچ میں اسکا اتنا خیال کرتا تھا کہ اسکی ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے خود بخود چلا آیا تھا۔

"موسم اچھا تھا اس لیے ہم لوگ ٹہلنے نکلے تھے۔ راستے میں سوچا پیر صاحب کے مزار پر بھی حاضری دیتے چلیں۔" سنعیہ نے ان دونوں کو اپنی وہاں موجودگی کے بارے میں بتایا۔ جبران وہاں کھڑا فاتحہ پڑھنے لگا تھا۔

"حیرت ہے آپ جیسا لوجیکل بندہ پیروں فقیروں پر یقین رکھتا ہے۔" وہ فاتحہ پڑھ کر وہاں سے ساتھ ساتھ نکلے تھے۔ کچی سڑک پر پہنچ کر زینی نے جبران احمد سے پوچھا۔

"یقین تو بس صرف ایک خدا کی ذات پر رکھتا ہوں۔ ہاں لیکن اسکے متقی اور پرہیز گار بندوں کے بلند مرتبے برحق ہیں۔ ولیوں سے عقیدت ہے اللہ والوں سے محبت بھی تو اللہ سے محبت ہے پھر کسی درگاہ پر جا کر فاتحہ پڑھنا۔ اللہ سے انکی اور اپنی مغفرت کی دعا کرنا بالکل جائز عمل ہے۔ ہاں لیکن کم تعلیم یافتہ عورتوں مردوں کی طرح مزاروں پر دیے جلا کر چادریں چڑھا کر دھمال ڈالنا میرے مذہب اور عقیدے کے خلاف ہے۔ کچھ بعید نہیں تم سمجھو میں بھی مزاروں پر وقت کا ضیاع کر کے خود کو نیک و پارسا سمجھنے والوں میں سے ہوں ایسا کچھ نہیں۔" سنجیدگی سے کہتا کہتا آخر میں ہنس دیا۔

اسکا نکتہ نظر بالکل ٹھیک تھا۔ زینی اس سے متفق تھی۔ ندی پر پہنچ کر وہ سارے ہی ایک ساتھ پانی میں پیر ڈال کر بیٹھ گئے ماسوائے غلام محی الدین اور رضیہ کے ان کے لیے اس شغل میں کوئی ایڈوینچر نہیں تھا۔ زینی کے کہنے پر رضیہ دور نظر آتی بیری سے بیر توڑ کر لانے گئی تھی۔ غلام محی الدین بوڑھے درخت کے پاس کھڑا تھا۔ کچھ دیر بعد فریا بھی گیلے پاؤں لیے ٹھنڈی گھاس پر چلتی ہوئی بوڑھے درخت کے ساتھ لٹکے جھولے پر آبیٹھی۔ چار قدم دور ہی غلام محی الدین کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ سنعیہ پانی میں پیر مارتی اور پھر برپا ہونے والے انتشار سے لطف اندوز ہوتی اور ان سب سے خاصے فاصلے پر جبران احمد پانی میں پوری ٹانگیں ڈبوئے پر سکون سا خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ زینی سنعیہ کے قریب سے اٹھ کر جبران احمد کے برابر مٹی اور گھاس پر براجمان ہوئی سب نے بطور خاص فریا اور غلام محی الدین کو آپس میں بات کرنے کا موقع دیا تھا۔

"آپ مجھ سے شادی کر لیں۔" اس نے دو قدم فریا کے قریب آکر عرضی پیش کی تھی۔

"بس اتنا ہی کوئی وعدہ کوئی قسم نہیں کھائیں گے میرا خیال رکھنے کی۔" فریا اٹھلائی۔

"او جی لو جٹ کی زبان کافی نہیں آپ کے لیے۔ آپ سے محبت کرتا ہوں اور تاعمر کرتا رہوں گا۔ جٹ وعدہ کرے نہ کرے پر جس سے محبت کرتا ہے اس کے لیے خود بخود جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔" وہ سینہ ٹھوک کر بولا تو فریا نے شرما کر دوپٹے

کا پلو انگلی پر لپیٹ لیا نظریں جھکا لیں۔ یہ فضائیں یہ ہوائیں اور غلام محی الدین کی یہ ادائیں یہ ہی سب تو سوچا کرتی تھی۔ کبھی وہ آج سب سچ ہوا تو لگا جیسے کسی افسانے کہ ڈرامائی تشکیل ہو یقین ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ اپنی خوش قسمتی پر وہ شاداں و فرحاں سی اس سے شادی کے لیے حامی بھر گئی تھی۔ ان دونوں کی زندگیوں میں خوشیوں کے رنگ بھر گئے تھے مگر زینی اور جبران کی بیچ ایک عجیب سا ادھورا پن تھا۔ اپنے بدلے بدلے سے جذبات وہ چاہ کر بھی زینی کو نہیں بتا پا رہا تھا عجیب سی جھجھک آڑے آ رہی تھی۔ حالانکہ خود کو لے کر وہ زینی کے جذبات سے بخوبی آگاہ تھا۔

خود بابا نے اس سے زینی کے رشتے کی بات کی تھی اور فیصلہ کرنے کا پورا اختیار اسی کو سونپا تھا وہ چاہتا تو انکار کر دیتا مگر نجانے کیوں لفظ نہیں۔اسکے ہونٹوں پر آ کر دم توڑ گیا تھا۔ اس کے اندر زینی کے لیے اور ہی جذبات تھے۔ سب سمجھتے تھے وہ کھلنڈری شرارتی جھلی سی زینی کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ زینی اسے کبھی بھی بری نہیں لگی تھی۔ کچھ اختلافات ضرور تھے مگر اس کے باوجود وہ الگ سی لڑکی، اسکی بھولی صورت اسکے دل کی توجہ کا مرکز بنتی چلی گئی تھی۔ پھر اسے لاکھ کوسنے کے باوجود بھی زینی اسے کے عشق میں گرفتار تھی۔ اس بات نے اسے پگھلا دیا تھا۔ اپنے دل کے جذبات خود جبران احمد پر بھی تاخیر سے واضح ہوئے تھے۔

"کیسا لگا یہاں آ کر آپکو۔" اس نے بات برائے بات پوچھا۔

"بہت اچھا لگ رہا ہے ایسے سکون اور خاموشی میں خود سے آشنائی کا موقع پہلے کبھی نہیں ملا۔" وہ گہرے پانی میں پاؤں جھلاتا کالے بادلوں میں چھپے آسمان پر نگاہیں جمائے دونوں ہتھیلیاں زمین پر مضبوطی سے جما کر بڑی فرصت سے بیٹھا تھا۔ جیسے وہاں سے ملنے کا فی الحال کوئی ارادہ نہ ہو۔

"لگتا ہے بارش ہو جائے گی۔" زینی نے بھی اسکی نظروں کا تعاقب کر کے پیش گوئی کی۔

"بارش کو اب برس جانا چاہئیے۔ تب ہی تو بادل چھٹیں گیں اور مطلع صاف دکھائی دے گا۔" وہ ذو معنی لب لہجے میں اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تو اسکی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے زینی کا دل بڑی زور سے دھڑکا۔

"آپ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ مزاج ہیں۔" اس نے جیسے شکوہ کیا۔

"ہاں مگر یہ بھی ہو سکتا ہے تم ہی کچھ ضرورت سے زیادہ شوخ و چنچل ہو میرا اتنا قصور نہ ہو۔" وہ بھی دوبدو بولا۔ اب بھلا زینی کو اپنی برائی کہاں برداشت تھی برا مان گئی۔

"آپ تو ہر چیز کا ذمے دار مجھے ہی ٹھہراتے ہیں۔"

"اونہوں پلیز! میں ہر غلط چیز کا ذمے دار تمہیں ٹھراتا ہوں، میں بہت غلط کرتا ہوں۔ تم کسی بھی چیز کی ذمے دار کیسے ہو سکتی ہو۔ تم تو سرے سے ذمے دار ہی نہیں۔ یہ میری ناانصافی اور زیادتی ہے اس لیے ذمے داری جیسا لفظ تمہارے لیے موضوع

نہیں۔"وہ اسے تپا گیا۔ ابھی وہ کوئی کرارا سا جواب سوچ ہی رہی تھی کہ جبران کا فون بج اٹھا ذمے دار اس نے شرٹ کی جیب سے موبائل نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا تو مریم کالنگ کے الفاظ اپنی آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہے تھے۔ اس سے ہاتھ بھر کا فاصلہ بنائے بیٹھی زینی کا چہرہ نام پڑھ کر تن سا گیا تھا۔ شاپنگ مال میں ملنی والی اس لڑکی کا سراپہ نظروں میں گھوما۔

"میری کولیگ ہے۔ بہت سلجھی ہوئی ذمے دار لڑکی ہے پوری ڈیڈیکیشن سے اپنا کام کرتی ہے۔" اسے جتانے والے انداز میں مریم کی تعریف کرکے جبران احمد نے جونہی فون اٹینڈ کرکے کان سے لگایا زینی نے شدید تاؤ کی کیفیت میں اس کے ہاتھ سے فون چھین کر پوری قوت سے پانی میں پھینک دیا۔ ایک ہی غوطے میں ٹچ اسکرین والا جدید ماڈل کا موبائل نیچے گہرائی میں ڈوب گیا۔ جبکہ جبران احمد منہ کھولے دو منٹ تک نئے نئے اس حادثے پر گم سم سا بیٹھا رہا۔ زینی مٹھیاں بھینچتی اسے گھورتی رہی پھر وہاں سے اٹھ کر دور گنے کے کھیت کے قریب گنے توڑ توڑ کر کھاتے فریا غلام محی الدین اور سنعیہ کی جانب بڑھ گئی۔

اسکے شدید رد عمل کو دیکھ کر جبران ششدر تھا۔ آج سے پہلے بھی ان کے کئی اسطرح کے ٹاکرے ہو چکے تھے۔ مگر وہ کبھی یوں اسکے ہوش اڑا کر نہیں گئی تھی۔ اس میں برداشت کی کمی تھی مگر پھر بھی وہ اسکی بہت سی باتین برداشت کر جایا کرتی تھی لیکن پھر آج؟ وہ وہاں بیٹھا زینی کو خود سے دور جاتے ہوئے دیکھتا سوچ میں گم تھا مگر آج بے مقصد سوچوں پر صرف ایک ہی سوچ حاوی تھی بس ایک خیال وہ اس سے دور جا رہی تھی اور یہاں آکر اس کے سوچنے کی صلاحیت صلب ہو جاتی تھی۔ اکثر عام حالات میں رونما ہونے والے عمومی واقعات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں مگر بعض اوقعات وقت، حالات، جگہ اور کیفیت کی تبدیلی سے وہی معمولی باتیں انسان کو گہری کاٹ کی طرح چبھتی ہیں اسوقت زینی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اپنی اس حرکت پر وہ رتی بھر پشیماں نہیں تھی۔ رات سونے سے پہلے وہ ایک بار پھر جبران احمد کو کھونے کے خوف میں مبتلا ہو چکی تھی۔ سنعیہ اور فریا اس کے پاس ہی بے خبر گھوڑے بیچے سو رہی تھیں۔ وہ کروٹیں بدل بدل کر تھک چکی تھی مگر نیند پلکوں سے کوسوں دور تھی۔ مجبوراً اٹھ کر باہر ٹہلنے آگئی آنگن میں شبنم گر رہی تھی۔ بارش برس برس کر تھوڑی دیر پہلے ہی تھمی تھی۔ جبران احمد بھی کھوئی ہوئی نیند کی تلاش میں چھت کی منڈیر پر کہنیاں ٹکائے کھڑا تھا۔ زینی کو وہاں دیکھ کر اسکا جی چاہا وہ اس سے بات کرے مگر پھر وقت کا احساس کرکے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا خاموش کھڑا سارا وقت بے چین کلبلائی ہوئی سی زینی کو دیکھتا رہا۔ جو ناخن چباتی کبھی کنپٹی مسلتی جانے کن سوچوں میں غلطاں کتنی ہی دیر وہاں چہل قدمی کرتے رہنے کے بعد تھک ہار کر بلاآخر گہری سانس خارج کرتی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی اور جبران احمد اپنے اندر سلگتی آگ میں جلتا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسرے ہی دن فریا اور جبران اپنے فیصلے پر پہنچ چکے تھے۔ فریا کی رائے جان کر جبران احمد نے فریا کے موبائل سے بابا سے بات کرکے ان سے مشاورت کر لینے کے بعد پروین بیگم کو اوکے کا سگنل دیا تو انہوں نے فوراً منگنی کی تاریخ مانگ لی۔ تھوڑی دیر پس وپیش کے بعد اس نے پندرہ دن بعد کی تاریخ دے دی تو پروین بیگم گاؤں بھر میں مٹھائیاں بٹوانے لگیں۔ جس مقصد کے لیے وہ وہاں آئے تھے وہ پورا ہو چکا تھا۔ وہاں اب مزید رکنا جبران کو مناسب نہیں لگ رہا تھا اس لیے اسی شام واپسی کا پروگرام بنالیا تھا۔ جانے کا سن کر زینی کا موڈ بدلا تھا۔

"کیا مصیبت ہے تمہارے بھائی کو ٹھیک سے موسم بھی انجوائے نہیں کرنے دیا۔ اچھا خاصہ ماحول خوشگوار ہے برسات کے دن ہیں مگر خلیل جبران تو پیدا ہی رنگ میں بھنگ ڈالنے کے لیے ہوا ہے۔" وہ ایک بار پھر اپنی جون میں لوٹی۔

"کہاں تو گاؤں آنے پر تمہیں موت پڑتی تھی اب کیا ہوا رات ورات یہاں رکنے کے پلان بنانے لگی۔ اتنا ہی شوق ہے یہاں رکنے کا تو یہیں کیوں نہیں ٹھہر جاتی میری منگنی پر براتیوں میں شامل ہو کر آنا۔" فریا نہا دھو کر نیا سرخ رنگ کا جوڑا پہن کر آئینے کے سامنے کھڑی بال سلجھا رہی تھی اس کی بات پر کرارا سا جواب دیا۔ وہ منہ ہاتھ دھو لباس تبدیل کر چکی تھی سو فرصت سے بیٹھی ہوئی تھی سنعیہ باہر ہی کہیں گھوم پھر رہی تھی۔

"تم میری دوست کم جبران احمد کی بہن زیادہ ہو نہایت منحوس قسم کی پکی نند ثابت ہو گی تم مستقبل میں۔"

"ہاہ! دعا کرو بس تمہاری نند ثابت ہو جاؤں میں باقی اچھے برے کا حساب ہم آپس میں نبٹاتے رہیں گے بعد میں۔" فریا نے اسے چڑایا وہ پیر پٹختی واک آؤٹ کر گئی۔

انکی روانگی شام کو تھی ابھی سہہ پہر کا وقت تھا۔ زینی نے مزید وہیں ٹھہرنے کا ارادہ کرتے ساتھ ہی سب کو اطلاع بہم پہنچائی تھی پھپھی اماں صدقے واری گئیں۔ سنعیہ فریا نے گول گول آنکھیں گھما کر اسے گھورا کہ آیا ماجرا کیا ہے وہ انجان بن گئی۔ جبران احمد بے تاثر سے کھڑے تھے۔

"کیوں نہ جانے سے پہلے ایک چکر آم کے باغ کا لگایا جائے۔" سنعیہ بولی تو کسی نے بھی انکار نہیں کیا تھا وہ تیار شیار سارے جبران احمد کی گاڑی میں ہی سوار ہو کر آم کے باغ میں پہنچے تھے۔ باغ انکی سوچ سے کئی گنا بڑا تھا۔ موسم چونکہ سرما تھا اس لیے آموں کا تو کوئی نام و نشان نہیں تھا البتہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں فضا میں اڑتے خشک پتے اور ڈھلتی شام انکی توجہ کا مرکز رہے تھے۔ خوش گپیوں میں مصروف رہ کر انٹرٹینمنٹ سے بھرپور وقت گزارا تھا سب نے سنعیہ اور فریا سیلفیاں لے رہیں تھیں۔ انکے بھرپور اصرار پر جبران احمد زینی اور غلام محی الدین نے ان کے ساتھ شمولیت اختیار کی تھی۔ جبران کے ساتھ سنعیہ اور سنعیہ کے برابر میں پہلے زینی اور پھر غلام محی الدین کھڑا تھا۔ جبکہ ان سے ایک قدم آگے کھڑی فریا سب کے تاثرات اور یہ حسین پر کیف منظر کیمرے کی

آنکھ میں محفوظ کر رہی تھی۔ فریا اور سنعیہ تصویریں کھینچتی آگے بڑھ گئیں تھیں غلام محی الدین زینی کی فرمائش پر گنے کے جوس کا بندوبست کرنے نکلا تھا۔ جبکہ زینی اور جبران ہرے بھرے باغ میں تنہا کھڑے تھے۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" جبران احمد نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے۔ کہ زینی نہایت نخوت سے بولی چہرے پر سخت سنجیدہ تاثرات تھے۔ جبران کچھ سوچ کر چپ ہو گیا تھوڑی دیر میں فریا اور سنعیہ لوٹیں تھیں تب تک غلام محی الدین بھی تازہ تازہ جوس لیے حاضر خدمت تھے۔ ملازم کے ہاتھ میں موجود ٹرے میں گنے کے جوس سے لبالب بھرے گلاس رکھے تھے۔ اور وہ اپنے سے دو قدم آگے چلتے غلام محی الدین کی تقلید میں چلا آرہا تھا۔ ٹھنڈا جوس پی کی زینی کا دماغ بھی ٹھنڈا ہوا تو وہ اس پل کو پچھتائی جب اس نے جبران سے کوئی بات نہ کرنے کا دو ٹوک فیصلہ اسے سنایا تھا اور تو اور دل چاہا ساری انا دھری چھوڑ کر ان کے ساتھ چلدے مگر اب ایسا کرنا مناسب نہیں تھا جو بھی تھا وہ اپنے کہے پر ڈٹی رہی حتی کے اسکی آنکھوں کے سامنے جبران احمد، فریا اور سنعیہ دور دیس رخصت ہو گئے وہ بھی بجھا بجھا دل لیے وہاں سے غلام محی الدین کے ہمراہ حویلی کی جانب پلٹ آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دن خدا خدا کر کے ہی کٹے تھے منگنی سے دو روز قبل وہ پھپھی اماں اور غلام محی الدین کے ہمراہ شہر واپس لوٹی تھی۔ گھر آکر بڑی ہی طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ اتنے دن سے جبران احمد کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ دل بے چین ہو رہا تھا دوسری جانب جبران کو بھی شاید اسکی آمد کا انتظار تھا وہ سن کر مطمئن سا ہوا مگر زینی کے دل میں جانے کونسا خیال ڈیرہ جمائے ہوئے تھا۔ وہ دل پر پتھر رکھے بیٹھی رہی مگر منگنی کے دن سے قبل فریا کی گھر کا رخ تک نہ کیا منگنی کے روز وہ بڑے چاؤ سے پارلر سے تیار ہو کر آئی تھی گولڈی کلر کی میکسی میں خوبصورت میک اپ میں وہ جگمگ جگمگ کر رہی تھی۔ گیٹ پر ہی جبران احمد سے سامنا ہوا تو بنا رکے وہاں سے گزر گئی فنکشن گھر کے لان میں ہی منعقد کیا گیا تھا تقریب کا آغاز عشاء کے بعد ہوا تھا۔ فریا سٹیج پر بیٹھی شرماتی لال گلابی ہو رہی تھی۔ یکے بعد دیگرے دونوں نے ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنائی تو ماحول میں ہنسی خوشی کی مہک بکھر سی گئی۔ غلام محی الدین چپکے چپکے فریا کو دیکھ لیتا تو وہ بھی اسکی نظریں محسوس کر کے جھینپ جاتی۔ سنعیہ سے انکی چوری چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"آہمممم۔" وہ بطور خاص غلام محی الدین کو مخاطب کر کے کھنکاری تو وہ خجل سا ہو گیا۔ فریا اسے گھور کر رہ گئی چند چیدہ چیدہ خاص مہمانوں کو دعوت دی گئی تھی۔ جن میں جبران کی کولیگ زینی کی رقیب بھی شامل تھی۔ کھانے کے بعد سب فوٹو شوٹ میں مصروف ہو گئے تھے۔ جبران کو کسی اور کے ساتھ بیٹھے مگن ہو کر باتوں میں مصروف دیکھ کر زینی پر عجیب سی بے کلی چھانے لگی تھی۔ وہ بنا کسی بات کی پرواہ کیے وہاں سے چلی گئی تھی۔ جبران نے گولڈن دوپٹے کے پلو کو گیٹ سے غائب ہوتے دیکھا تو لب بھینچ گیا۔

اس نے گھر آکر ہائی ہیل سے سب سے پہلے اپنے پیروں کو آزاد کیا گلاس بھر کر پانی پیا پھر تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے

گھر کی چھت پر چلی آئی کالی گہری رات کا سایہ ہر سو پھیلا ہوا تھا۔ ایسے میں جبران احمد کے گھر کا لان جدید لائیٹنگ سے جگمگا رہا تھا۔ وہ اپنی چھت پر کافی دیر سے کھڑی ان کے آنگن میں جھانکتی سن گن لینے کی کوشش کر رہی تھی مگر سب بے سود جبران احمد تو کہیں دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسی پل اس کی پشت پر دھپ کی آواز آئی تھی۔ وہ گھبرا کر پلٹی تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر چکرا کر رہ گئی۔

"آپ یہاں کیسے آئے۔" فوراً ہی سوال داغا۔

"ٹھیک ویسے جیسے تم آتی رہتی ہو یعنی چھت پھلانگ کر۔" وہ سفید ڈیزائنر کرتے میں ملبوس بڑا ہینڈسم لگ رہا تھا۔ بازو کہنیوں تک موڑے ہاتھ پر مہنگی برانڈڈ گھڑی پہنے ہوئے تھا۔ زینی نے بغور اسے دیکھا۔

"آدھی رات کو ایسی غیر مناسب حرکت آپکو زیب نہیں دیتی۔" زینی چیخی تو وہ ایک قدم مزید اسکی جانب بڑھا۔

"کبھی کبھی کچھ غیر مناسب کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔" اپنے ٹھنڈے میٹھے ریلیکس لہجے میں کہہ کر اسنے زینی کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔" زینی کو صحیح معنوں میں غش آنے لگے۔ "چھوڑیں مجھے۔" ہاتھ چھڑانے کی ناکام سی کوشش کی مگر اس نے بڑی نیت سے ہاتھ تھاما تھا۔ انداز یوں تھا کہ اب کبھی نہیں چھوڑے گا۔

"تم ہی نے کہا تھا میرے سمجھانے میں کچھ کمی ہے۔ میں تو بس طریقہ بدل رہا ہوں۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا بالکل اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ زینی کا وجود لرزنے لگا ایک پل کو تو لگا گویا سب اسکا وہم ہو بھلا جبران احمد عرف سڑیل کھڑوس کے یہ انداز واتوار کہاں تھے۔

"جانے دیں کوئی دیکھ لے گا۔" زینی نے التجا کی۔

"یہ شہر عشق ہے جاناں! یہاں سے ہجرت کی اجازت نہیں۔" وہ مدھم سریلے لہجے میں اس کے کان کے قریب گویا ہوا تو اس کے گال تپتا اُٹھے۔ جبران کا انداز بڑا دلفریب تھا۔ زینی کی ساری اکڑ سارا غصہ سب اڑنچھو ہوا۔

"کیا مطلب آپکا۔" وہ تقریباً منمنائی تھی۔

"مطلب مختصر اور جامع بات ہے بابا نے بات کر لی بیجی سے۔ انہیں تم کو مجھے سونپنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں، اس لیے آفیشلی اب ہم بھی منگنی شدہ ہونے لگے ہیں۔ سب انگوٹھیاں لیے ہمارے منتظر ہیں۔ مگر عین موقع پر آپ غائب ہو گئیں تو سوچا آپکو ڈھونڈ لاؤں۔" وہ دھماکے پر دھماکہ کیے جا رہا تھا۔ زینی کا بی پی لو ہونے لگا تھا اب وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے آنکھوں میں شیریں محبت بھرے جذبات سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھ سے شادی کروگی۔" زینی سن کر جھوم سی اٹھی تھی مگر دل کے جذبات کمال مہارت سے چھپا گئی۔

"آپ مجھ سے شادی کیوں کریں گے۔ آپکو تو میں بیوقوف جھلی لگتی ہوں۔" وہ اترائی ایک ادا تھی جبران کا دل لبھا گئی۔

"کس کمبخت نے کہہ دیا میں ایسا سوچتا ہوں۔ تمہاری ان چھوٹی چھوٹی شرارتوں میں زندگی کے رنگ چھلکتے ہیں اور زندگی کسے بری لگ سکتی ہے۔ تھوڑی ضدی اور پاگل ہو تم لیکن میرے لیے پرفیکٹ ہو تم میں سادہ اور تم شوخ سی بہت اچھا کمبینشن ہے۔ اب پلیز ہاں کر دو جلدی سے گھٹنے میں درد ہو گیا ہے ایک ہی پوز میں بیٹھے بیٹھے۔" وہ بولتے ہوئے دھیمے سے ہنسا تو زینی نے سر کو ہاں میں جنبش دی۔ اس نے پہلی بار ہی جبران کو ہنستے ہوئے دیکھا تھا جبران اب اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"تو اسی لیے اتنا کم بلکہ ہنستے ہی نہیں آپ۔" زینی نے کچھ سمجھتے ہوئے کہا تو وہ چونکا۔

"کس لیے۔؟"

"آپکی دلکش مسکراہٹ دیکھ کر کہیں لوگ گھائل نہ ہو جائیں اس لیے۔" زینی چہکی وہ جو الوہی سی کھوئی ہوئی مسکان تھی۔ زینی کے چہرے پر دوبارہ سے لوٹ آئی تھی۔ جبران احمد نے بطور خاص نوٹس کیا اور مطمئن ہو کر گہری سانس خارج کی۔

"یہ چڑیل کون ہے۔؟ کب سے چمٹی ہے آپکے ساتھ ایک آنکھ نہیں بھاتی مجھے۔" جیلسی کی فیلنگز کا زینی نے کھلم کھلا اظہار کیا۔

"براٹیسٹ ہے تمہارا چڑیل تو وہ کہیں سے نہیں لگتی کولیگ ہے میری۔ اینڈ اب پیچھا چھوڑ دو اس معصوم کا۔ نیچے چل کر اچھے سے ملنا اس سے سارے خطرات ٹل گئے ہیں تمہارے۔ اس لیئے ذرا مروت، لحاظ اور آدابِ میزبانی سے کام لیجئے گا۔" حسب معمول وہ اسے سمجھاتا بجھاتا اس کا ہاتھ تھامے سیڑھیاں اترنے لگا۔ وہ اب واپس جبران کے گھر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ جہاں سب ان کے منتظر تھے۔ اسکی نصیحتوں پر ہمیشہ کی طرح زینی منہ بنانے لگی تھی اور اوپر آسمان پر چمکتا چودھویں کا چاند، اِن کی آنے والی نوک جھونک اور محبت سے بھرپور زندگی کا گواہ بننے والا تھا اور جیسے زمین پر مسکراہٹیں بکھیر بکھیر کر تمام رات اِنہیں آنے والی خوشگوار زندگی کی مبارکباد پیش کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆